ماہواری ایڈیشن ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ء

تار کا پتہ الفضل قادیان

ALFZAL

QADIAN

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء

جلد ۱۵

نمبر ۲۶ و ۲۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبار الفضل قادیان

ہفتہ میں دوبار

فی پرچہ ۲ر

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے ۱۳ء ۱۹ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلام الٰہی

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ (سورۃ المجادلہ)

تشریح فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ } یہ مومن کی علامت بتائی فرماتا ہے۔ تم کوئی ایسی قوم نہ پاؤ گے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور پھر اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھے۔ خواہ وہ انکے باپ ہوں یا بیٹے۔ بھائی ہوں یا اور خاندان کے لوگ۔ یہی وہ ہیں۔ جن کے قلوب میں اللہ نے ایمان داخل کر دیا۔ ان کے ایمان کو رؤیا اور کشوف سے بڑھایا۔ اس آیت میں یہ بتایا کہ وہ انسان جو قومیت کا احترام کرتے ہیں۔ رسول اور نظام جماعت کے جو دشمن ہیں۔ ان سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ خدا کے لئے سب کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہی حزب اللہ ہوتے ہیں۔ جب مسلمانوں میں یہ رنگ پیدا ہو جائے تو انکی جمعیتہ کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ وہی غالب ہوگی ۔

مسلمانوں کی دردناک حالت کا نقشہ اور اسکی اصلاح کی تجاویز

(از جناب حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپور)

الہ العلمین یہ نیرنگ انداز جہاں کب تک
یہ تیزی زباں کب تک۔ یہ تلخی بیاں کب تک
کہاں تک حملہائے دل خراش جانستاں کب تک
کلیجے پر چلے گی طعن ہجا کی سناں کب تک
کہاں سے روز آئینگے نئے دل بہر پامالی
کہاں تک گردباد جور و ظلم اٹھیں گے رہ رہ کر
کہاں تک روز برپا ہونگے طوفان دل آزاری
کہاں تک سلسلہ ہو گا دراز اس آزمائش کا
تڑپتے لوٹتے ہیں ماہی بے آب کی صورت
مٹانا چاہتے ہیں کس کو تیرے نور کو ظالم
وہ دن کب آئیگا جب ہو گا اسکا فیصلہ یارب
انھیں یہ ناز ان کو ناز برداری کا لپکا ہے
مریض غم کہیں جوش الم سے یہ نہ کہہ اٹھے

کئے ہیں جسکی ذات سید الکونین پر حملے
کہاں تک دست بیداد و ستم ہنگامہ زا ہونگے
الٰہی کھل گئیں گھڑیاں شب تار ضلالت کی
بہار فصل گل کب راحت افزائے نظر ہو گی

مسلمانو کہاں تک سو گئے سورج آگیا سر پر
تہیہ کر چکے اہل وطن تم کو مٹانے کا
انھیں یہ دھن تمہارا ہند میں نام و نشاں کیوں ہے
ذرا اتنا تو کہدو سوچکر اے حسن ظن والو
نتیجہ یہ ہوا ہے ان سے بے موقع تواضع کا
غیوری و حمیت کیا ہوئی غیرت کہاں چلدی
وہ کہتے ہیں کہ تم ہندو بنو یا ہند سے نکلو
وہ کہتے ہیں کہ بدگوئی تو چھوٹی ہے نہ چھوٹیگی
وہ کہتے ہیں کہ توہین محمدؐ سے نہ چوکیں گے
وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک ایک مسلم کو مٹا دیں گے
وہ کہتے ہیں کہ جھنڈا اوم کا گاڑینگے کعبہ پر
چلا جائے گا کب تک سلسلہ اس جور پیہم کا
یہ طوفاں خیز و حشر انگیز انداز بیاں تاکے

کوئی یہ پوچھ لیتا کاش گاندھی جی و نہرو سے
حساب دوستاں در دل تو ہم مدت سے سنتے ہیں

کہاں تک تیرے بندوں پر جفائے دشمناں کب تک
کچھ اسکی انتہا بھی ہے۔ یہ جور ناکساں کب تک
سہے گا مسلم جانباز جور مفسداں کب تک
خداوندا رہے گی چشم مومن خونچکاں کب تک
رہینگی عرض و طول ملک میں اٹھکھیلیاں کب تک
مکدر ہی رہے گا مطلع ہندوستاں کب تک
گرینگی خرمن امن و اماں پر بجلیاں کب تک
لیا جائے گا بے صبروں سے یہ سخت امتحاں کب تک
خدایا دور ہو گا اضطراب مومناں کب تک
الٰہی اس قدر اندھیر زیر آسماں کب تک
رہے گی یہ خلش انکے ہمارے درمیاں کب تک
ہمیں یہ غم کہ آخر قوت ضبط فغاں کب تک
کہ جاں اک روز دینی ہے تو پھر پروائے جاں کب تک

دہن میں بدشعاروں کے رہے گی وہ زباں کب تک
اڑینگی جامۂ مہر و وفا کی دھجیاں کب تک
منور ہو گا خورشید ہدایت سے جہاں کب تک
رہے گا باغ امن و آشتی وقف خزاں کب تک

یہ بیہوشی یہ جوش غفلت خواب گراں کب تک
تم اس پر بھی رہو گے مبتلائے این و آں کب تک
تمہیں یہ خبط وہ ہوتے ہیں ہم پر مہرباں کب تک
کہ امید نوازش ہائے پنہاں و عیاں کب تک
کہ اب وہ پوچھتے ہیں آپ ٹھیرینگے یہاں کب تک
سہو گے سختیاں کب تک سنو گے جھڑکیاں کب تک
تمہیں انکی یہ لفاظی نہ گذرے گی گراں کب تک
گوارا ہو نگی تم کو ان کی یہ منہ زوریاں کب تک
یہ کہہ کر بھی رہے گی بے لگام انکی زباں کب تک
سنے جاؤ گے تم چپ چاپ ان کا یہ بیاں کب تک
زمیں اسکی رہے گی سجدہ گاہ قدسیاں کب تک
یہ دل آزاریاں کب تک یہ بد اخلاقیاں کب تک
یہ جوش کوشش بربادی امن جہاں کب تک

کہ اے ہمدرد ہندوستان یہ لطف بیکراں کب تک
مگر کچھ بعد بھی ہے درد دل حساب دوستاں کب تک

جو حق گوئی میں زحمت تھی تو اتنا ہی بتا دیتے

مسلمانو! جو جینا ہے تو بسم اللہ اٹھ بیٹھو
جو یہ سچ ہے کہ ہر آغاز ایک انجام رکھتا ہے
کھڑا ہونا پڑے گا بہر حفظ آبرو تم کو
ہوئے ہیں سارے فرقے حملہ آور متحد ہو کر
تمہیں یہ روز بد کس نے دکھایا؟ خانہ جنگی نے
تمہیں کس نے مٹایا؟ ترک تبلیغ و اشاعت نے
تمہارا خون چوسا کس نے؟ خود مطلب مہاجن نے
تمہیں کس نے اس آفت میں پھنسایا؟ صرف بیجا نے
تمہارے ہاتھ کا پانی بھی جو ہرگز نہیں پیتے
بڑی بے غیرتی ہے یہ معاذ اللہ من ذالک
وہ جن چیزوں کی مسلم سے خریداری نہیں کرتے
پکارے کہہ رہے ہیں آتو یہ حالات موجودہ
جواب حملۂ اغیار کب دو گے ہم ہو کر
بتایا ہے جو رستہ میرزا محمود احمدؓ نے
یہی وہ راستہ ہے جو چلا جاتا ہے تا منزل
خلاف شان آنحضرت جو گستاخی سے لب کھولیں
ہماری صلح ہو سکتی ہے جنگل کے درندوں سے
اہانت سن کے سردار رسل فخر دو عالم کی
یہ ہر مومن سے کرتی ہے تقاضا غیرت ایماں
لٹادو مال و جان و آبرو اس کے تدارک میں
تدارک کیا ہے اس کا اتحاد باہمی ہر سو
تدارک کیا ہے اس کا دین کی تبلیغ دنیا میں
تدارک کیا ہے اس کا قرضۂ سودی سے بیزاری
تدارک کیا ہے اس کا لین دین آپس میں سودے کی

جواں مردو! یہ میدان عمل ہے اس طرف آؤ
زمانہ گونج اٹھے نعرۂ اللہ اکبر سے
اگر ہے آرزو و اشتیاق عظمت رفتہ
"خدا خود میر سامانست ارباب توکل را"
جو کرنا ہے وہ اے مختار کرنا چاہیئے ہم کو

کہ یہ مہر خموشی زینت درج جہاں کب تک

برنگ جاں بلب رگڑا کرو گے ایڑیاں کب تک
تو یہ بھی سچ کہ ضبط حملہائے جانستاں کب تک
یہ بے پروائیاں کب تک۔ یہ بے عنوانیاں کب تک
پکار اٹھے ہیں سب اسلام کا نام و نشاں کب تک
شکار اس کا رہو گے تم نصیب دشمناں کب تک
تساہل تا کجا نکلو گے بن کر حق رساں کب تک
تم اسکو سود دے دیکر اٹھاؤ گے زیاں کب تک
تم اس میں مبتلا رہ کر رہو گے نیم جاں کب تک
تم انکے ہاتھ کا کھاؤ گے ہو کر شادماں کب تک
نہ چھوڑو گے تم انکو اے غیوران زماں کب تک
وہ چیزیں مول لو گے ان سے تم اے مہرباں کب تک
کہ اوقات گرامی کو کرو گے رائیگاں کب تک
یہ آپس میں چلی جائیں گی صفائی نہاں کب تک
تم اس کو طے کرو گے ہو کے باہم عناں کب تک
اسی پر بس کے سب چلیں و ہیچ رفتاریاں کب تک
تعلق ان ستمگاروں سے مثل دوستاں کب تک
مگر انسان صورت کی ہیں یہ سختیاں کب تک
دل سوزان مومن سے نہ اٹھے گا دھواں کب تک
کہ توہین جناب سرور کون و مکاں کب تک
ہلا دو سارے عالم کو چنیں کب تک چناں کب تک
اگر یہ ہو تو نازو نخوت بیگانگاں کب تک
جو ایسا ہو تو رہ سکتی ہیں یہ بدگوئیاں کب تک
یہ ہو جائے تو پھر دشنا ہائے دشمناں کب تک
سبیل اسکی نکل آئے تو زور مفسداں کب تک

عزیزو؟ رو کسکتی ہیں تمہیں دشواریاں کب تک
سکوت اے خادمان خاتم پیغمبراں کب تک
تو عذر ضعف و دست زار و پائے ناتواں کب تک
سوال مال و جاں کب تک خیال خانماں کب تک
خدا جانے کہ ہے یہ اتصال جسم و جاں کب تک

نظر سوئے فلک رہتی ہے مختار اس تمنا میں
کہ ہو گا فضل و رحم خالق کون و مکاں کب تک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مؤرخہ ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹ء

ہندو مسلم اتحاد کانفرنس کا افسوسناک انجام

کانفرنس کے ٹوٹنے کی ذمہ واری ہندو لیڈروں اور ہندو اخبارات پر ہے

(از ایڈیٹر)

آخر وہی ہوا۔ جو ہندو اور آریہ اخبارات چاہتے تھے اور جس کے لئے انہوں نے اپنے سارے آزمودہ حربے استعمال کئے۔ کہ ہندو مسلم اتحاد کانفرنس کا بغیر کسی نتیجہ پر پہنچے۔ اور بغیر کچھ فیصلہ کئے خاتمہ ہوگیا۔ اور خاتمہ بھی ان دو نہایت معمولی مسائل کی وجہ سے ہوا۔ جو ہندوؤں کی طرف سے پیش تھے۔ اور جنہیں ہندو محض اپنی منشاء اور اپنی مرضی کے مطابق منظور کرانے پر مصر تھے۔ یعنی گائے اور باجہ بجانے کے مسائل۔ چنانچہ شملہ سے ۲۲ ستمبر کو مجلس اتحاد کے متعلق جو خبر شائع ہوئی ہے۔ اس میں مذکور ہے۔ کہ "آج اتحاد کانفرنس کی کمیٹی ٹوٹ گئی۔ بڑی مجلس نے گائے اور باجے کے مسئلہ پر غور کرنے والی مجلس ماتحت کی رپورٹ پر غور کیا۔ اور یہ معلوم ہوا۔ کہ نہ ہندو ارکان اور نہ مسلمان ارکان ان مسائل پر ایک دوسرے کی تجاویز قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

ان بہت سے اہم اور ضروری مسائل کے متعلق جن پر ہندو مسلمانوں کی قومی زندگی کا انحصار ہے مجلس اتحاد میں گفتگو کی نوبت پہنچنے سے قبل ہی گائے اور باجا ایسے معمولی امور پر مجلس کا ٹوٹ جانا جہاں ان دردمندان ملک کے لئے نہایت ہی رنج افزا ہے۔ جو ہندوستان میں امن و امان کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں اس بات کا بھی ثبوت ہے۔ کہ ہندوؤں سے کسی قسم کی رواداری اور اتحاد کی توقع رکھنا محض بے سود ہے۔ اگر مجلس اتحاد کے ہندو ارکان اپنی بات پر نہ اڑے رہتے۔ اور مسلمانوں کے جذبات اور احساسات کا کچھ بھی خیال رکھتے۔ تو یہ مسائل کوئی ایسے مشکل اور لاینحل عقدے نہ تھے۔ جنہیں ہندو مسلم لیڈروں کے ناخن تدبیر نہ کھول سکتے۔ لیکن جب اپنی ہی بات منوانے پر اصرار ہو۔ اور دوسرے فریق کی بات تک سننا گوارا نہ ہو۔ تو پھر معمولی سے معمولی بات پر بھی مفاہمت ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہندو مسلم اتحاد کانفرنس کے ٹوٹنے اور اپنے مقصد میں ناکام رہنے کی ہوئی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مجلس میں ہندو مسلم اتحاد کی تجاویز پیش فرماتے ہوئے گائے اور باجے کے سوال کو جس احسن طریق سے حل فرمایا تھا۔ ہندو لیڈر اگر اسے ملحوظ خاطر رکھتے۔ تو نہایت آسانی اور سہولت سے اس بارے میں مصالحت ہو سکتی تھی۔ اور کسی کے مذہبی جذبات اور احساسات پر بھی کوئی ناگوار اثر نہ پڑتا تھا۔ چنانچہ حضور نے ان دونوں باتوں کے متعلق مفاہمت کی یہ صورت پیش فرمائی تھی۔ "کسی قوم کے مذہبی یا سوشل عقائد سے کوئی تعرض نہ ہونا چاہیئے۔ اگر مسلمان گائے ذبح کرنا چاہیں۔ تو ان کو پوری آزادی ہونی چاہیئے۔ اسی طرح عیسائیوں، سکھوں ہندوؤں کو سؤر مارنے یا جھٹکہ کرنے یا باجا بجانے میں پوری آزادی ہو۔ مگر کوئی فعل بھی ایسی طرز میں نہ ہونا چاہیئے۔ جس سے دوسری قوم کے احساسات کے مجروح ہونیکا احتمال ہو۔ مثلاً مسلمانوں کو قربانی کی گایوں کا جلوس نہ نکالنا چاہیئے۔ یا کسی اور طرح بھی انکی خواہ مخواہ نمایش نہ کرنی چاہیئے۔ اور یہی طریق سؤر یا جھٹکے کے متعلق ہونا چاہیئے۔ ہمارے خیال میں مسلمانوں کو باجا بجائے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ مگر یہ نہایت انسب ہوگا۔ اگر کسی قانون کی رو سے عبادت کے وقت معابد کے سامنے باجا بجانا ممنوع قرار دیا جاسکے۔"

اس تجویز میں نہ تو مسلمانوں کے لئے کسی خاص رعایت کا مطالبہ تھا۔ اور نہ ہندوؤں کو ان کے کسی حق سے محروم رکھا گیا۔ بلکہ جہاں دونوں کے لئے مذہبی اور سوشل عقائد میں آزادی رکھی گئی۔ اور رواداری سکھائی گئی۔ وہاں ایسی صورت بھی بیان کر دی گئی ہے۔ جس پر عمل کرنے سے دونوں قوموں میں تصادم پیدا ہونے کا خطرہ مٹ جاتا ہے۔ اور آئے دن کے سر پھٹول سے نجات مل سکتی ہے۔ مگر افسوس باوجود گائے اور باجے کے سوال کو حل کرنیکے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صاف اور واضح راہ نمائی کرنے کے ہندو لیڈروں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور ایک طرفہ مطالبات پر زور دیتے ہوئے مجلس اتحاد کا خاتمہ کر دیا۔

بات اصل میں یہ ہے کہ بیچارے ہندو لیڈر بھی مجبور تھے اتحاد کانفرنس کے دوران میں ہندو اخبارات نے ان پر اس قدر دباؤ ڈالا۔ اور ان کے راستہ میں اس قدر کانٹے بو دیئے۔ کہ اگر وہ کسی مسئلہ میں مسلمانوں کے جذبات اور احساسات کا لحاظ رکھنے کے لئے تیار بھی ہو جاتے۔ اس کے لئے اپنے فعل سے نہیں۔ صرف قول سے ہی آمادگی ظاہر کرتے۔ تو جن لوگوں کے لیڈر کہلاتے ہیں۔ وہ قطعاً ان کی پرواہ نہ کرتے۔ اور انکی مفاہمت کو بڑے زور کے ساتھ پائے تحقیر سے ٹھکرا دیتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندو لیڈروں کے لئے مسلمانوں کے معقول سے معقول مطالبات ماننے اور ان کے احساسات اور جذبات کا تھوڑا بہت لحاظ رکھنے میں بھی کس قدر مشکلات کے پہاڑ حائل تھے۔

جن ایام میں کانفرنس اتحاد کی کارروائی جاری تھی۔ اور ہندوستان کے امن پسند اور صلح جو طبقہ کے کان شملہ سے اتحاد کی خوش کن صدا سننے کے لئے بے تاب تھے۔ ان دنوں کے ہندو اخبارات کو پڑھ کر دیکھ لیا جائے کہ وہ اپنے لیڈروں سے کیا کچھ کہہ رہے تھے۔ اور انہیں کس طرف لیجا رہے تھے۔ ذیل میں چند ایک ہندو اخبارات سے صرف ایک ایک اقتباس بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے:۔

اخبار "پرتاپ" نے کانفرنس اتحاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ "ان کوششوں کو ہم کوئی وقعت نہیں دینا چاہتے۔ جو قطعاً سطحی ہیں۔ جو شخص ان پہ امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ یاد رکھیں۔ دھوکے میں ہیں۔ انہیں آخر مایوسی ہوگی۔"

اخبار "بندے ماترم" نے لکھا:۔

"اتحاد کانفرنس کے نتیجہ خیز ہونے کا یقین شائد بعض لوگوں کو ہو۔ مگر ہمیں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بھی شملہ پہنچ گئے ہیں۔ جو تمام خرابی اور تفرقہ اندازی کے بانی مبانی ہیں۔"

اخبار "ملاپ" نے لکھا۔

"ہماری اطلاعات بتلاتی ہیں۔ کہ کچھ ہندو لیڈر ڈھیلے پڑ رہے ہیں۔ انہیں اگر کوئی برائی نظر آتی ہے۔ تو ہندوؤں میں۔ اس لئے وہ انہیں پر سارا بوجھ ڈال کر صلح کی عمارت تعمیر کرنا چاہتے ہیں

لیکن آج ہندو جنتا کی آواز ہندو لیڈروں کے کانوں تک پہنچانیکے لئے ہم یہ کڑوی بات کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ چاہے شری مالوی جی ہوں۔ یا لالہ لاجپت رائے۔ مسٹر سری نواس آئینگر ہوں یا کوئی اور لیڈر۔ اگر ہندوؤں کی عام رائے کے خلاف کوئی سمجھوتہ کیا گیا۔ تو ہندو ہرگز مجبور نہیں ہونگے۔ کہ اس پر عمل پیرا ہوں ہندو صلح چاہتے ہیں۔ لیکن با عزت۔ بغیر کسی سودے کے۔ بغیر کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کے"

اخبار "ہندو رکشک" نے لکھا۔

"کرنے دو لیڈروں کو جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ تمہاری نجات تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اگر اتحاد کانفرنس سے اتفاق ممکن ہوتا۔ تو اسوقت تک ہو گیا ہوتا۔ اتفاق اگر ہو سکتا ہے۔ تو صرف اس صورت میں جبکہ ہندو بھی مضبوط ہو جائیں۔ اور دوسری قومیں اپنا دوست بنانے کے لئے تیار ہوں"

"اتحاد کانفرنس کرنے دو ان لوگوں کو جنکے پاس فالتو وقت ہے۔ تم اپنے کام میں لگو۔ اور وہ کام ہے سنگٹھن کا۔ ہماری قوم میں جو بھی خرابیاں ہماری کمزوری کا باعث ہیں۔ ان سب کو دور کر دینا چاہیئے اندر آنے کا دروازہ کھول دو۔ باہر جانے کا دروازہ بند کر دو۔ اتحاد کانفرنس کا سوائے اسکے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ کہ تمہاری درشٹی تمہارے نرکشا سے ہٹ جائے۔ مولانا محمد علی تو راجپال کو کتاب کی دوسری ایڈیشن شائع کرنے پر قتل کی دھمکی دیتے ہیں۔ لیکن ہندو لیڈر ہیں جو اس شخص کے ساتھ جو سوامی شردھانند کے قاتل سے جیل میں ملنے کے لئے گیا۔ بیٹھ کر اتحاد کی گفتگو کر سکتے ہیں"

اخبار "تیج" ۱۸ ستمبر نے لکھا۔ "حقیقت میں کوئی بھی ہندو ایسا نہیں ہے جو سچے دل سے یہ محسوس کرتا ہو کہ موجودہ حالات میں کسی قسم کی شرائط طے کرنے سے اتحاد ہو سکتا ہے"

یہ سارے ہندو اخبارات کے نہیں۔ صرف بعض کے۔ اور انکے بھی سارے مضامین نہیں۔ بلکہ صرف ایک ایک مضمون کی چند سطور نقل کیگئی ہیں۔ اب دیکھ لیجئے۔ ان حالات میں کس طرح ممکن تھا۔ کہ ہندو لیڈر اتحاد کانفرنس کو کامیابی سے انجام تک پہنچا سکتے۔ پس اس کانفرنس کے ٹوٹنے اور ناکام رہنے کی ذمہ داری ہندو لیڈروں سے بڑھکر ہندو اخبارات پر عاید ہوتی ہے جنہوں نے ہندوؤں کی ذہنیت کو اس قابل ہی نہیں رہنے دیا۔ کہ وہ مسلمانوں سے رواداری اور انصاف کرنے کا خیال بھی دل میں لا سکیں۔ اور جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے تو ہندو لیڈر کسی مسئلہ کے متعلق کیونکر سمجھوتہ اور مفاہمت کر سکتے ہیں؟

یہ حالات نہایت مایوس کن اور اضطراب انگیز ہیں۔ لیکن ان میں ہم خدا تعالیٰ کی وہی مصلحت پنہاں دیکھ رہے ہیں جو غافل قوموں کو بیدار کرتی۔ اور قعر مذلت میں گرے ہوئے لوگوں کو بام رفعت پر پہنچاتی ہے مسلمانوں نے دیکھ لیا۔ ہندوؤں کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کیگئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بار بار اتحاد کیلئے ہاتھ بڑھائے گئے جو نہایت بیدردی سے جھٹک دیئے گئے۔ مدتوں اپنے حقوق سے دست بردار رہے۔ پھر انہیں ہمیشہ ناقابل ہونیکا تمغہ ملا۔ متعدد مرتبہ اپنے سیاہ و سفید کا مالک ہندوؤں کو بنا کر انکی طرف جھکے۔ مگر ٹھکرا دیئے گئے کیوں؟ محض اس لئے کہ کمزور ہیں۔ ناطاقت ہیں۔ کنگال ہیں۔ مفلس ہیں۔ اب مسلمانوں کے زندہ رہنے کی صرف یہی صورت ہے کہ دوسروں سے کسی قسم کی بہتری اور بھلائی کی توقع رکھنے کی بجائے خدا تعالیٰ کیطرف جھکیں۔ اپنی روحانی اور جسمانی اصلاح میں سرگرمی سے لگ جائیں۔ خدا تعالیٰ نے اسکے لئے جو سامان مہیا فرمائے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں متحد ہو جائیں کہ اسی پر ان کی کامیابی کا انحصار ہے

شکریہ اور معذرت

جن احباب کرام اور بزرگان ملت نے الفضل کے ماہواری ایڈیشن کیلئے مضمون اور نظمیں ارسال فرمائیں۔ انکا نہایت ہی خلوص دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اور جنکے مضامین یا نظمیں اس پرچہ میں شائع نہیں ہو سکیں۔ ان سے شرمساری کے ساتھ اظہار معذرت کیا جاتا ہے۔ بعض مضامین اور نظمیں تو اسقدر دیر سے موصول ہوئیں۔ کہ اس پرچہ میں درج ہی نہ ہو سکتی تھیں لیکن بڑی وجہ صفحات کی کمی رہی ہے۔ اگرچہ اسوقت بھی الفضل جتنے صفحات اپنے ماہواری پرچہ میں مضامین کے پیش کرتا ہے۔ دوسرے بڑے بڑے اخبارات بھی اتنے نہیں دیتے۔ انکے حجم گو بہت بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن انکا بیشتر حصہ اشتہارات سے پر ہوتا ہے تاہم اگر ناظرین الفضل چاہتے ہیں۔ کہ الفضل کا ماہواری پرچہ اتنے کافی حجم پر شائع ہو جسمیں ہم اپنی خواہش اور تمنا کے مطابق مضامین درج کر سکیں۔ اور اسے ظاہری پہلو سے بھی خوشنما اور خوبصورت بنا سکیں۔ تو انہیں اس پرچہ کی اشاعت میں غیر معمولی سرگرمی سے کام لینا چاہیئے۔ دو پرچے جو شائع ہوئے ہیں۔ ان کے مضامین کی عمدگی اور خوبی کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہم بہتر سے بہتر مضامین مہیا کر سکتے ہیں پوری ہمت اور کوشش سے کام لینگے۔ مگر انکے حجم میں اضافہ کرنا اور ظاہری شان پیدا کرنا یہ قدر دانان الفضل پر منحصر ہے۔ امید ہے کہ وہ ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے

غیر مبایع اصحاب سے ہمدردی

اس سے بڑھکر ظلم کیا ہوگا۔ کہ کسی کی صاف اور سیدھی بات کو کھینچ تان کر برے رنگ میں پیش کیا جائے۔ اور خاص کر ایسی حالت میں جبکہ ایسے قرائن موجود ہوں۔ جن سے اس کے بہترین پہلو نمایاں ہوں۔ "الفضل" کے ایک گزشتہ پرچہ میں ہم نے آریوں کے اس شر انگیز پوسٹر کی تردید میں ایک نوٹ لکھا تھا۔ جو "احمدیوں کی طرف سے قتل و خونریزی کی کھلی تلقین" کے نہایت جلی عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اور جس سے جماعت احمدیہ کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہو رہا تھا۔ ہم نے کئی دن تک اس بات کا انتظار کیا کہ غیر مبایعین جن کے اخبار "لایٹ" کے اقتباسات اس میں درج ہیں۔ اس کی تردید کریں گے۔ لیکن جب ادھر سے اس کے متعلق بالکل خموشی اختیار کی گئی۔ اور ہم سے اس نہایت ہی فتنہ انگیز اور شر خیز اشتہار کی تردید کا مطالبہ باصرار کیا جانے لگا۔ تو اس وقت چند سطور نہایت محتاط طریق سے لکھیں۔ چونکہ بدقسمتی سے اخبار "لایٹ" کے اسی پرچہ کی بنا پر جیسکے اقتباسات مذکورہ بالا اشتہار میں دیئے گئے تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے مقدمہ چلانے کا اعلان ہو چکا تھا۔ اور اس وجہ سے ان اقتباسات کے متعلق کچھ لکھنا قانونی لحاظ سے منع تھا۔ اس لئے ہم نے اپنی معذوری ظاہر کرتے ہوئے صرف اتنا لکھا کہ "گورنمنٹ نے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر پر مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ اس لئے ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ اخبار "لایٹ" غیر مبایعین کا اخبار ہے۔ جن کی تعداد جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں نہایت قلیل ہے۔ ان کے اخبار کی بنا پر "قتل و خونریزی کی کھلی تلقین" کو "احمدیوں کی طرف" منسوب کرنا آریوں کی نہایت ہی شر انگیز غلط بیانی ہے"

ہمارے ان الفاظ پر پیغام صلح (۲۱ ستمبر) نے ایک لیڈنگ آرٹیکل شائع کیا ہے۔ جس میں بہت کچھ غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے ہمارے الفاظ کا یہ مطلب پیش کیا ہے کہ "اس نوٹ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور قتل و خونریزی کی کھلی تعلیم دیتی ہے"

اور پھر ہم پر بہت سخت قسم کے غلط الزام لگائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہم نے انہیں مصیبت میں دیکھ کر وار کیا۔ ابتلاء کے وقت تنگ دلی دکھائی۔ ان کی تکلیف میں اضافہ کرنے کی کوشش کی وغیرہ۔ چونکہ اس وقت ہمارے غیر مبایع بھائی سخت مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم انکی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے کسی بھی الزام کا جواب نہیں دینا چاہتے۔ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہمیں ان کی مصیبت میں ان سے بہت ہمدردی ہے چنانچہ اسی پرچہ میں جس میں ہم نے آریہ اشتہار کے متعلق نوٹ لکھا۔ اور جس کا "پیغام صلح" نے بالکل الٹ مفہوم سمجھا۔ ہم اپنے ہمدردانہ جذبات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور مصیبت سے کامیاب نکلنے کے لئے دعا بھی کی ہے۔ جس کا اعتراف خود پیغام صلح نے کیا ہے۔ ہمارے الفاظ کا قطعاً وہ مطلب نہیں جو پیغام صلح نے اخذ کیا ہے۔ ہم یہ بتانا چاہتے تھے۔ کہ اخبار "لایٹ" جس حصہ جماعت کا اخبار ہے وہی اس کا ذمہ وار ہو سکتا ہے۔ اور اسی کو اس بارے میں مخاطب کرنا چاہیئے۔ اگر "پیغام صلح" آریوں کے پوسٹر کے جواب میں کچھ لکھ دیتا۔ تو ہمیں اتنا بھی لکھنے کی ضرورت نہ تھی

چونکہ معلوم ہوا ہے کہ اخبار لایٹ کے کارکنوں پر ایک اور مقدمہ چلایا گیا ہے۔ جس کے وارنٹوں کی تعمیل حوالات میں کرائی گئی ہے۔ اس لئے ہم مزید غم و افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس مصیبت سے کامیاب نکلنے کے متمنی ہیں

حضرت امام جماعت احمدیہ کی شملہ میں مصروفیتیں

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت عام طور پر اچھی ہے۔ گو کبھی کبھی سردرد اور خفیف سی حرارت کا بھی احساس رہا۔ لیکن سلسلہ کے کاموں میں مصروفیت اور اسلامی ہند کی بہی خواہی اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے شبانہ روز مساعی آپ کو ان امور کی پرواہ نہیں کرنے دیتی۔ یہ معمول ہو گیا ہے کہ روزانہ رات کو ایک دو بجے سے پیشتر آپ سو نہیں سکتے۔ احباب خصوصیت سے آپ کی صحت کے لئے التزاماً دعا کرتے رہیں۔

گورنر پنجاب سے ملاقات

حضرت خلیفۃ المسیح کے قیام شملہ میں وائسرائے ہند اور گورنر پنجاب کی ملاقاتیں ایک نہایت اہم واقعہ ہیں۔ ہز اکسیلنسی وائسرائے ہند کی ملاقات کے متعلق برادر مکرم ذوالفقار علی خاں صاحب ناظر اعلیٰ کا ایک نوٹ اخبار الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ میرا نقطۂ نظر بالکل مختلف ہے۔ میں اس قسم کی ملاقاتوں کی اہمیت ان کے اغراض کی حیثیت سے دیکھتا ہوں۔ لوگ حکام سے ملتے ہیں۔ ان کی غرض اپنی ذاتی ضروریات اور مقاصد دنیوی پر بالعموم مشتمل ہوتی ہے۔ میں اسے بھی عیب نہیں سمجھتا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح کی ملاقات کی غرض محض ملک اور قوم کی بہبودی ہوتی ہے۔ وائسرائے ہند سے ملاقات کے دوران میں سب سے بڑا اور اہم مسئلہ ملک میں قیام امن اور ہندو مسلم اتحاد تھا۔ گورنر پنجاب نے حضرت خلیفۃ المسیح سے ایک دوستانہ خط کے ذریعہ ملاقات کی خواہش کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو پہلے ہی سے خیال تھا اور آپ موقع کے منتظر تھے۔ چنانچہ آپ نے ۱۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو گورنر صاحب سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کا موضوع بھی ملک میں ہندو مسلم فسادات کا انسداد تھا۔

سر میلکم ہیلی نے اس ملاقات میں جس دوستانہ اور بے تکلفانہ سپرٹ کا اظہار کیا وہ قابل عزت ہے۔ یہی ایک طریق ہے۔ جس سے ذمہ دار حاکم براہ راست ملک کے صحیح حالات اور صحیح جذبات سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔ قریباً ایک گھنٹہ تک تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہا۔ سر میلکم کو اپنے صوبہ کی دو قوموں کے درمیان اتحاد و محبت پیدا کرنے کا زبردست خیال ہے۔ اور ہر نیک دل آفیسر کی یہی خواہش ہونی چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے خیالات کو جس صاف دلی اور صاف گوئی سے ظاہر کیا اس نے سر میلکم ہیلی کو بھی متاثر کیا۔ پنجاب کے ہندو مسلمان لیڈروں اور سمجھدار لوگوں کو اس بات سے خوش ہونا چاہیئے۔ کہ اس وقت ان کو ایسا سمجھدار گورنر ملا ہے جو اپنے صوبہ میں مائی باپ نہیں۔ بلکہ بھائی بن کر حکومت کو چلا رہا ہے۔ اور وہ ہر مفید اور صحیح مشورہ کی قدر کرنے کو تیار رہے۔ اس لئے ایسے موقع پر ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے قلع قمع کرنے میں حکومت کی اخلاقی مدد کریں۔ اس لئے کہ یہ فسادات پنجاب کی متحدہ قومیت اور اس کی ترقی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پنجاب کے دوسرے افسروں کو بھی صوبہ کے اعلیٰ حاکم کی سپرٹ کو اپنے طرز عمل سے دکھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جس قدر وہ بے غرض اور فہیم اور مخلص لوگوں سے مشورہ کی سپرٹ کو وسعت دیں گے۔ اسی قدر حاکم اور محکوم کے تعلقات میں مضبوطی اور ملک کے صحیح حالات اور جذبات سے انہیں واقفیت ہو گی۔ ایسی ملاقاتوں اور گفتگوؤں میں آزادانہ اور بے تکلفانہ اظہار خیالات مدد دے سکتا ہے۔

مہاراجہ جھالاوار کی دعوت

مہاراجہ جھالاوار نے حضرت خلیفۃ المسیح کو چاء کی دعوت پر بلایا۔ اور دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ مہاراجہ جھالاوار ایک بے تعصب اور فہیم والی ریاست ہیں۔ ہندو مسلم جھگڑوں اور مناقشات کو آپ پسند نہیں کرتے۔ اور ملک کی ترقی میں اس کو بہت بڑی روک سمجھتے ہیں۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے والیان ریاست کو گذشتہ فسادات نے اس کی اصلاح کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ نواب صاحب بھوپال اور بیگم صاحبہ بھوپال کی تاروں کا ذکر آ چکا ہے۔ مہاراجہ الور موتمر اتحاد میں بنفس نفیس ہندو مسلم لیڈروں کو اپنا پیغام دینے کے لئے آئے۔ مہاراجہ جھالاوار کو ذاتی ہمدردی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح سے مکرر تبادلہ خیالات کرنا ان کی عام بیدار مغزی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جب تک والیان ریاست اس قسم کی روح نہ پیدا کریں گے کہ وہ قوم اور ملک کے مسلمہ لیڈروں اور رہنماؤں سے وقتاً فوقتاً مکرر تبادلہ خیالات کرتے رہیں۔ وہ اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کریں گے۔

مختلف حصص ہند کے لیڈر اور حضرت خلیفۃ المسیح

اس سفر میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کے ہندو و مسلم لیڈروں سے حضرت خلیفۃ المسیح کو براہ راست تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا ہے۔ اور ان میں سے اکثروں نے مختلف موقعوں پر اپنی گفتگوؤں میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی شخصیت بہت بڑی شخصیت ہے۔ آپ کی راؤں کا ان پر اثر ہے۔ موتمر اتحاد کے اجلاسوں کے علاوہ بھی مختلف صوبوں کے نمائندے ملاقات کے لئے آتے رہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح نے اکثروں کو مختلف وقتوں میں چاء یا کھانے کی دعوتوں پر مدعو کیا۔ اور اس طرح پر بمبئی۔ مہاراشٹر۔ مدراس۔ بنگال۔ یو۔ پی۔ بہار۔ اور پنجاب کے نمائندوں سے واقعات جاریہ پر تبادلہ خیالات کا کافی موقعہ ملا خصوصیت سے مختلف صوبوں میں مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟ اور ان کی بہتری اور بھلائی کا کام کس طرح پر ہو سکتا ہے۔ ان اہم امور پر بہت کچھ بحث ہوئی۔ انشاء اللہ العزیز وہ وقت قریب ہے۔ کہ ایک عملی نظام مسلمانوں کی مشترکہ اصلاح کا شروع ہو جائیگا۔ مختلف صوبوں کے لوگوں نے بالاتفاق جماعت احمدیہ قادیان کے کام کا شکر گذاری سے اعتراف کیا ہے۔ اور باوجود اختلاف مسائل وہ اس امر کا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ عملی طور پر ٹھوس کام کرنے والی یہی جماعت ہے۔ ایک اور امر کا بھی سب پر اثر ہے۔ کہ یہ جماعت اپنی مالی قربانیوں میں بے نظیر ہے۔ سلسلہ کی عظمت اور اثر و نفوذ کو جو ترقی اس سفر شملہ میں ہوئی ہے۔ وہ سلسلہ کی تاریخ میں ایک جدید باب کو شروع کرنے والی ہے۔

ایک پردہ پارٹی

حرم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز یہاں کی متعدد پردہ پارٹیوں میں مدعو ہو چکی ہیں۔ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقہ کی وطنی اور یورپین بیگمات اور خواتین سے مراسم پیدا ہو گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں خود حرم حضرت اقدس نے ایک پردہ پارٹی دی۔ جس میں انگریز۔ ہندو۔ پارسی۔ سکھ اور مسلم خواتین کثیر تعداد میں شریک ہوئیں۔ ہمارے لاہور کے کمشنر صاحب مسٹر مایزاروننگ کی خاتون بھی شریک پارٹی تھیں۔ سروجنی نائیڈو۔ کپورتھلہ کے شاہی خاندان کی خواتین اور نزیل مسٹر جناح کی بیگم صاحبہ اور بہت سی معزز اور سربرآوردہ بیگمات اس موقعہ پر موجود تھیں۔ اور قریباً اڑھائی گھنٹہ تک یہ جلسہ شملہ کی مشہور زرم ڈیوی کوسکے ہال میں رہا۔ جہاں پردہ کا پورا اہتمام تھا۔ اور نفیس ماکولات و مشروبات کا انتظام تھا۔ اس پارٹی میں حضرت ام المومنین کا وجود باوجود کمی موجود تھا اور پارٹی کو معزز میزبان کی طرف سے کامیاب بنانے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے جس دلچسپی اور قابلیت کا اظہار فرمایا وہ ہر طرح سے شکریہ کے قابل ہے۔ میں ان واقعات کو سرسری نظر سے نہیں دیکھ رہا ہوں۔ یہ واقعات ایک تخم ریزی ہیں آئندہ سلسلہ کی شاندار ترقیات کی۔ اس قسم کی سوشل تقریبات پر تعارف ہوتا ہے۔ وہ منافرت کو کم کرتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو صحیح صورت میں مشاہدہ اور مطالعہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اور بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا۔ جبکہ اس قسم کی تقریبات میں شمولیت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے حرم کو جانا نہ پڑتا ہو۔ جس طرح پر باہر مردوں کے ساتھ تعلقات کی وسعت ہو رہی ہے اور مختلف صوبوں کے سیاسی لیڈر حضرت خلیفۃ المسیح سے مکرر تبادلہ خیالات کرتے اور

سلسلہ کے حالات سے واقف ہو رہے ہیں۔ اس قسم کی پردہ پارٹیوں کے ذریعہ ہندوستان کی سربرآوردہ نسوانی دنیا میں سلسلہ معروف ہو رہا ہے +

پونا کی تعلیمی کانفرنس میں ہمارے لیکچراروں کا مطالبہ

سر عبد اللہ ہارون جعفر جو پونا کے ایک معزز اور سربرآوردہ مسلم لیڈر اور اسمبلی کے ممبر ہیں۔ حضرت کی خدمت میں تشریف لائے سر جعفر مہاراشٹر کے مسلمانوں کی تعلیمی تنظیم میں بے حد دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور متواتر چودہ سال سے وہاں ہر سال ایک تعلیمی کانفرنس سالانہ منعقد کرتے ہیں۔ اس سال کے اجلاس میں جو اکتوبر کے دوسرے ہفتہ میں ہوگا۔ انہوں نے حضرت سے لیکچرار بھیجنے کی استدعا کی۔ جس کو حضرت نے منظور فرمایا امید کی جاتی ہے کہ کانفرنس میں احمدی سپیکروں کی تقریریں خدا کے فضل سے ایک خاص اثر اور رنگ پیدا کریں گی۔ سر ہارون جعفر کے دل میں مسلمانوں کی تعلیمی فلاح کے لئے بہت بڑا جوش ہے۔ اس موقعہ پر ایک لیڈیز کانفرنس بھی ہوتی ہے۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ اس موقعہ پر کوئی قابل خاتون اس کی صدارت کے لئے تیار ہو۔ اگر لجنہ اماءاللہ نے اپنے دائرہ علم و عمل کو وسیع کیا تو بہت جلد وہ اپنے مرکز سے نکل کر ملک کے ایسے جلسوں میں نہ صرف تقریروں کے لئے جا سکیں گی۔ بلکہ وہ ایسے جلسوں کی صدارت بھی کر سکیں گی +

مؤتمر اتحاد

اب تک میں نے بعض واقعات اور حالات کا ذکر کیا ہے۔ مؤتمر اتحاد کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ مؤتمر اتحاد کے اجلاس روزانہ ہو رہے ہیں۔ بعض بعض اوقات خطرہ ہو جاتا تھا۔ کہ شاید اجلاس بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہو جائے۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح نے ایسے نازک موقعوں پر مسیحائی کی۔ اور مؤتمر کو ٹوٹنے سے بچا لیا۔ مجھے ایک موقعہ پر پنڈت مدن موہن مالویہ جی نے کہا کہ کل حضرت نے بہت ہی معقول تقریر کی اور صحیح راستہ دکھایا +

مؤتمر میں اس وقت تک کہ میں یہ نوٹ لکھ رہا ہوں (۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء صبح) کوئی امر طے نہیں ہوا۔ گاؤکشی اور باجہ کا سوال ایک سب کمیٹی کے سپرد ہے۔ جو اس گتھی کو سلجھا کر کمیٹی کے سامنے رکھے گی۔ کہ کس طرح پر گاؤکشی کے متعلق ہندو مطالبات اور مسجدوں کے سامنے باجوں اور جلوس کے متعلق مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان سوالات کو طے کیا جا سکتا ہے۔ ہندو لیڈر جو اس کمیٹی میں ممبران اسمبلی کے ماسوا شریک کئے گئے تھے۔ ان میں سے اکثر اس موقعہ پر پہنچ گئے ہیں۔ لیکن مسلم ممبروں کے متعلق افسوس سے کہا جاتا ہے کہ وہ شریک نہیں ہو سکے۔ اور بعض نے اپنی معذرت کے اور کامیابی کی خوش آئند امیدوں کے اظہار پر مشتمل پیغامات بھیج دینے کافی سمجھے ہیں۔

میں مسلمان لیڈروں کی اس سہل انگاری کو قومی نقطۂ خیال سے قابل معافی نہیں سمجھتا۔ یہی وقت تو کام کرنے کا تھا۔ اور اسی وقت وہ اپنے عذرات سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ مسٹر محمد علی صاحب ڈاکٹر کچلو اور چوہدری افضل حق خاں صاحب۔ ڈاکٹر انصاری۔ حکیم اجمل خاں صاحب اور مولانا آزاد نے اپنے وقت کو اس موقعہ کے لئے قربان کرنے میں قابل عزت کام کیا ہے۔ خصوصاً مولوی محمد علی صاحب کا برادرزادہ عزیز شاہد (خلف مولوی شوکت علی صاحب) دہلی میں ان کے دولت کدہ پر بیمار تھا۔ اور اس بیماری میں جانبر نہ ہو سکا۔ مگر انہوں نے شملہ کو نہ چھوڑا۔ ایسے موقعہ پر ان کی یہ خدمت قابل تحسین ہے۔ اس صدمہ میں علی برادرز کے خاندان کے ساتھ ہم کو دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل دے +

جمعیۃ الاخوان کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی پبلک تقریر میں جس جمعیۃ الاخوان کی طرف توجہ دلائی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ شملہ میں اس کے لئے تحریک شروع ہو گئی ہے۔ اور شملہ کے مسلمان چاہتے ہیں۔ کہ جمعیۃ الاخوان شملہ کا قیام جلد سے جلد ہو جائے۔ بہت ممکن ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی روانگی سے پیشتر باقاعدہ اعلان ہو جائے۔ ملک کے ہر گاؤں اور قصبہ اور شہروں میں جمعیۃ الاخوان قائم ہو جانی چاہئیں۔ ہمارے احباب کو چاہئیے۔ کہ اس جمعیۃ کے لئے ہر جگہ مسلمانوں کو تحریک کریں۔ یہ جمعیۃ انہیں اصولوں پر ہونی چاہئیے۔ جو حضرت نے اپنی تقریر میں بیان کئے ہیں۔

خاکسار :- عرفانی

بلاد خارجیہ میں تبلیغ اسلام

اسلامی ممالک پر عیسائیت کے حملے کا اندفاع

(از مولوی جلال الدین صاحب شمس احمدی مبلغ مقیم دمشق)

:(※):

مسیحی مبلغین اسلامی ممالک میں پھیل چکے ہیں۔ اور اپنا کام کر رہے ہیں۔ فلسطین میں قدس۔ حیفا۔ یافا وغیرہ میں اور عراق میں بغداد بصرہ۔ موصل وغیرہ میں مسیحی مشن قائم ہیں۔ ان مشنوں کے علاوہ سال میں ایک مرتبہ پادری ہر ایک گاؤں کا دورہ کرتے ہیں۔ شام میں دمشق میں پروٹسٹنٹ کا ڈنمارک کی طرف سے مشن قائم ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک امریکن مشن ہے۔ جو باہر دیہات میں بھی کتابیں اور ٹریکٹ شائع کرتے رہتے ہیں۔ بیروت میں تین چار مشن ہیں۔ اور ایک یونیورسٹی ہے۔ جو ان تمام ممالک اسلامیہ میں مشہور ہے۔ وہ بھی امریکہ کی ایک تبلیغی کمیٹی کی طرف سے ہے۔ اور ایک اخبار "النشرۃ الاسبوعیۃ" کے نام سے یونیورسٹی کی طرف سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔

اس سے جو مسلمان طالب علم تعلیم پا کر نکلتے ہیں۔ ان میں سے تقریباً اسی فیصدی لادینی ہوتے ہیں۔ اب نبک میں ایک ہسپتال کھولا جا رہا ہے۔ اور بعض گاؤں میں بھی مسیحی مبلغین دورہ کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ اس فتنہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور ان کی اپنی حالت یہ ہو رہی ہے۔ کہ دن بدن دین کو چھوڑ رہے ہیں۔ خصوصاً نو تعلیم یافتوں کا اکثر حصہ قطعاً دین کی پرواہ نہیں کرتا۔ چونکہ مجھے اکثر ایسے لوگوں سے گفتگو کا موقع ملتا ہے۔ میں نے مسلمان کہلانے والے نوجوانوں کو جن کے آباء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی جانوں کو فدا کرنا اپنے لئے باعث فخر خیال کرتے تھے۔ علانیہ گالیاں دیتے دیکھا ہے۔

میرا پہلے تو یہاں کے مرکز کے انچارج مشن پادری سے کامیاب مباحثہ ہوا۔ اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ مسیحیت کے خلاف ہر ماہ چند ٹریکٹ ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کئے جایا کریں۔ چنانچہ پہلے ٹریکٹ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئیاں تورات اور انجیل سے لکھی ہیں۔ اور پھر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ مسیحی لوگ مسیح کی آمد ثانی کی خوشی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کبھی توجہ نہیں دیتے اور نہ ہی ماننا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس لئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جس کی تم انتظار کر رہے ہو۔ وہ خود نہیں آئیگا بلکہ اس کے آنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی خو بو کا ایک شخص آئیگا اور وہ امت محمدیہ سے ہوگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ہوگا۔ چنانچہ وہ آ چکا ہے۔ مسیح ناصری اس لئے آیا تھا۔ کہ تا وہ لوگوں کو سنائے کہ آسمان کی بادشاہت آنیوالی ہے۔ اور اس کا اس نے حواریوں کو حکم دیا تھا۔ کہ آسمانی بادشاہت کے قرب کی خبر لوگوں کو سنا دیں۔ مسیح موعود اس لئے آیا کہ تا یہ گواہی دے۔ کہ وہ آسمانی بادشاہت جس کی تم انتظار کر رہے تھے۔ وہ آ چکی ہے۔ یعنی وجود باجود آنحضرت صلعم۔ اس کے بعد دیگر مضامین پر انشاءاللہ ٹریکٹ شائع کئے جائینگے +

عظمتِ تجارت

(از جناب حافظ روشن علی صاحب)

یہ بات سُنکر مجھے نہایت تعجب ہُوا کہ متعدد مقامات میں بعض مسلمانوں کے دل میں یہ خیال جاگزین ہے کہ تجارت ایک ادنیٰ پیشہ اور حقیر کام ہے۔ خصوصاً گاؤں کے مسلمان تو عموماً اسی خیال میں مبتلا ہیں۔ کہ تاجر ایک حقیر شخص ہوتا ہے۔ حالانکہ ایک بنیا جو اُن کے گاؤں میں حقیر نظر آتا ہے۔ وہ چند سالوں میں اُن کے مال۔ ان کے مکان۔ انکی زمین کا مالک ہو جاتا ہے۔ یہ مشاہدہ ہر جگہ اس خیال کو مسلمانوں کے دل سے نکال سکتا تھا۔ لیکن اس سے عموماً مسلمانوں نے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اس لئے اس خیال باطل کے دور کرنے کے لئے اور تجارت کی عزت ثابت کرنے کے لئے نقلی اور عقلی امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور نقلی امور کو مقدم کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ایک مسلمان اپنے نام مسلم کے لحاظ سے دین کو ہر امر پر مقدم کرے گا +

پہلا امر جو تجارت کی عزت ظاہر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے اعلیٰ درجہ کی چیز کو جس پر سعادت دارین موقوف ہے یعنی ایمان اور جہاد۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تجارت سے تشبیہ دی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہ سے کسی امر کا اہم ہونا اُسی قوم کے نزدیک ثابت ہو سکتا ہے جس میں مشبہ بہ یعنی جسکے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے وہ اہم قرار پا چکا ہو۔ چنانچہ آیات ذیل میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کو بیان کیا ہے فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآیۃ

اے ایماندارو کیا میں تمہیں ایسی تجارت پر آگاہ نہ کروں۔ جو تمہیں دردناک سزا سے بچالے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے راستہ میں جہاد کرو +

اس آیۃ کریمہ سے مقصود ایمان اور جہاد کی عظمت کا مسلمانوں کے دلوں میں قائم کرنا ہے۔ اور اسے تجارت قرار دیا ہے۔ اگر تجارت کی عظمت مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہو۔ تو ایمان اور جہاد کی عظمت کیونکر ان کے دل میں متمکن ہو سکتی ہے +

دوسرا امر جو تجارت کی عظمت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا کوئی اور شغل ہی نہیں قرار دیا۔ کیونکہ قرآن کریم میں نماز کی طرف دعوت دیتے ہوئے جس شغل کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے وہ تجارت ہے اور جس شغل پر یہ امکان ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ اشغال بہت ہیں۔ کہ وہ اللہ کے ذکر سے غافل کر سکتا ہے لیکن مومن اس کے دباؤ میں نہیں آتا۔ وہ صرف تجارت کو ہی بیان کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ جب تک مومن رہیں گے۔ وہ اپنا شغل تجارت بنانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ آیات ذیل میں اس امر کا ذکر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ الآیۃ

(۲) رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ

(۳) وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا

اے ایماندارو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کی طرف پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اور تجارت کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو + وہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو نماز اور اللہ کے ذکر اور زکوٰۃ سے خرید و فروخت غافل نہیں کرتی + اور یہ لوگ جب تجارت یا کسی ورزشی کھیل کو پاتے ہیں۔ تو اُدھر بھاگ جاتے ہیں خواہ تجھے کھڑا ہی چھوڑ دیں +

اس بیان سے یہ ثابت ہُوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مُسلمانوں سے یہ توقع کی ہے کہ وہ اپنا شغل نماز کے بعد تجارت کو بنائیں گے۔ اگر کوئی اور شغل بہ نسبت تجارت کے اُسے پسند ہوتا۔ یا کسی اور شغل میں وہ مسلمانوں کو ڈالنا چاہتا تو وہ اس شغل کا بھی ذکر کرتا +

تیسرا امر جو تجارت کی عظمت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں سب اعمال سے معزز معاہدہ ہے۔ کہ اسی پر تمام حقوق کا دار و مدار ہے لیکن تجارت کو ایسی عظمت حاصل ہے کہ اللہ تعالےٰ اور مومنوں نے جو باہم معاہدہ کیا ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ تجارتی الفاظ ہی میں کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

یقیناً اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے ان کے جان و مال خرید لئے ہیں بدلے جنت کے۔ اب یہ اللہ کے راستہ میں لڑیں دشمن کو قتل کریں یا خود قتل ہو جائیں۔ خدا نے یہ پختہ وعدہ اپنے ذمہ لیا ہے اپنے تین نوشتوں توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اے مومنو خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اپنے عہد کی وفاداری کر سکتا ہے۔ سو تمہیں اس سودے پر خوشیاں منانی چاہئیں جو تمہیں اس تجارت میں حاصل ہُوا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے +

یہ ظاہر ہے کہ اس آیت میں اس معاہدہ کو جو مومنوں نے خدا سے کیا۔ مومنوں کے دلوں میں عظیم الشان بنا کر نقش کرنا ہے۔ جس کے لئے الفاظ تجارت اختیار کئے گئے ہیں پس اگر مومنوں کے دلوں میں تجارت کی عظمت متمکن نہیں۔ تو اس خدائی معاہدہ کی کیا عظمت ہو گی۔ جو تجارتی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے +

چوتھا امر جو تجارت کی اہمیت ثابت کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دوسرے سے مال لینا۔ اور دوسرے کا مال استعمال کرنے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک تجارت ہی کو فرمایا ہے۔ گویا دوسرے ذرائع اللہ تعالےٰ نے ہیچ قرار دیئے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ تجارت کو ہی مسلمان چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس کا ذکر آیت ذیل میں ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝

اے ایمان والو۔ تم باطل کے ساتھ ایک دوسرے کا مال مت کھاؤ۔ دوسرے کا مال لینے کا ذریعہ یہ ہے کہ اموال تجارت کی صورت اختیار کریں۔ جو کہ باہم رضامندی سے ہو۔ اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر نہایت مہربان ہے +

اس آیتہ کریمہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے اول یہ کہ کوئی شخص جھوٹ اور بیکاری کے ساتھ کھانے کا حق نہیں رکھتا۔ پس جو لوگ فریب اور دھوکہ سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ ان کا کھانا ملک اور اہل ملک کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ مال جو اصل شے ہے وہ حاصل کرتے ہیں اور فریب دیتے ہیں۔ جسکی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ بیکار گدا اگر جو کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں محنت کر سکتے ہیں لیکن نہیں کرتے۔ وہ بھی اہل ملک کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ دوسرا اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ دوسرے کا مال لینے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ تجارت ہے۔ یعنی تبادلہ ہو ایک سے اگر کچھ لو تو اُس کے عوض میں اس کو کچھ دو۔ ورنہ وہ جانب جس نے عوض نہیں پایا۔ وہ صریح نقصان اُٹھائے گی۔ تیسرے اس

امر کی طرف اشارہ ہے کہ مال کو بالباطل کھانا۔ اور تجارت کا ترک خودکشی کے مساوی ہے۔ کیونکہ جو قوم اپنا رزق اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتی۔ اور اس کی زندگی دوسروں کے ہاتھ میں ہے وہ قوم خواہ ظاہر میں زندہ ہو۔ مگر حقیقت میں مر چکی ہے ÷

مجھے یورپ کے سفر میں یہ عبرتناک بات معلوم ہوئی کہ یہودی جو سب سے ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کے لئے یورپ کے ہر شہر اور ہر محلہ میں اپنی دوکانیں ہر قسم کی ضروریات کی ہیں۔ اور اہل یورپ اس بات سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ یہودی کیا کھاتا ہے۔ اور کیا نہیں کھاتا۔ لیکن مسلمانوں کی زندگی کا خورد و نوش کے لحاظ سے نہ یورپ میں انتظام ہے۔ اور نہ ایشیا میں۔ اور اہل یورپ یہ نہیں جانتے کہ مسلمان کیا کھاتا ہے اور کیا نہیں کھاتا۔ میرے ایک عزیز دوست نے یہ واقعہ سنایا۔ کہ وہ اپنے ایک انگریز دوست کے گھر گیا۔ تو اس انگریز نے بہت بڑی خاطر داری کی۔ کہ تلا ہوا خنزیر اس کے آگے لا رکھا۔ وہ کسی یہودی کے سامنے اس طریق خاطر کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس واقعہ پر بیٹے اپنے دوست کو سرزنش کی۔ کہ تم نے انگریز کو دوست بنایا۔ مگر اس بات سے آگاہ نہ کیا۔ کہ مسلم کیا کھاتا ہے اور کیا نہیں کھاتا۔ اسی طرح واپسی پر جہاز کے سفر میں ایک سید صاحب آل رسول سے ملاقات ہوئی۔ جو پنجابی تھے۔ اُن سے میں نے دریافت کیا۔ شاہ صاحب جب آپ ان ممالک میں تجارتی اغراض کے لئے سفر کرتے ہیں تو کھانے پینے کی کیا احتیاط کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے نہایت بے تکلفی سے جواب دیا کہ بمبے کے ساحل پر جب اُترتے ہیں تو کلمہ پڑھ لیتے ہیں ÷

پس مسلمانوں کے لئے تجارت ضروری ہے۔ اور اپنی تمام ضروریات کو اپنے ہاتھ میں لینا ان کا اہم فرض ہے۔ مسلمانوں نے خرچ کرنے کے لئے تو بے شمار صیغہ اور رسومات اپنے گلے ڈال رکھے ہیں لیکن تجارت جس کی طرف خدا نے توجہ دلائی۔ اور جس کی طرف خدا کے حبیب نے یہ فرما کر کہ تمام ذرائع جو مال کمانے کے ہیں وہ ایک حصہ مال کمائیں گے۔ اور تجارت نو حصے مال کمائیگی توجہ دلائی۔ اور اپنی زندگی کا کوئی حصہ حضور علیہ السلام نے اگر کسی دنیاوی کسب میں لگایا۔ تو وہ تجارت تھی مگر اب مسلمان اس سے بالکل غافل ہو گئے۔ خلفاء راشدین تجارت کرتے رہے۔ اسلام پھیلا تو تاجروں کے ذریعہ سے۔ لیکن جو قوم اپنی تاریخ کو بھول جائے اور ایسی سوئے کہ جگانے سے بھی نہ جاگے اس کا کیا علاج۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ پر رحم فرمائے ÷

اس کے بعد عقلی پہلو کی طرف توجہ دلاتا ہوں:۔

تاجر اشاعت دین اور تبلیغ کا کام دوسروں سے زیادہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو ہر قسم کے انسانوں کے ساتھ ملاقات کا کثرت سے اتفاق ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کو اس سے معاملہ پڑتا ہے۔ اگر یہ خوش معاملہ ہو۔ اس کی نیک نامی فوراً دلوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیتی ہے پس لازماً اس کا اثر دوسروں کی نسبت زیادہ پڑتا ہے۔ اور یہ زیادہ اشخاص کو اپنے خیالات سے آگاہ کر سکتا ہے ÷

دوسرا امر یہ کہ تاجر چونکہ لوگوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس لئے طبعاً لوگ اس کے محتاج ہوتے ہیں اور جس کے لوگ محتاج ہوں وہ لوگوں کا مالک ہوتا ہے۔ گاؤں میں ایک ساہوکار ہوتا ہے۔ تمام گاؤں پر اس کا قبضہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہے کہ وہ لوگوں کا قبلہ حاجات بنا ہوتا ہے ÷

تیسرا امر یہ ہے۔ کہ تاجر سفر کر سکتا ہے اور منافع سفر اور پیشہ وروں سے زیادہ حاصل کر سکتا ہے۔ ایک صاحب بھیرہ کے رہنے والے تھے جو تجارت کا شغل رکھتے تھے اسی شغل میں انہوں نے ستائیس حج کئے۔ بھیرہ آکر انہوں نے سفر کے قابل سامان لے لینا۔ اور ریل پر سوار ہو جانا گاڑی میں بھی سامان بیچتے جانا۔ اسٹیشنوں پر بھی جب موقع ملا بیچا۔ جس شہر میں اُترے وہاں بیچا۔ جہاز میں بھی یہی سلسلہ رہا۔ مکہ مکرمہ میں بھی روزانہ ایک دو گھنٹے اسی شغل میں لگا دیئے۔ پھر مکہ مکرمہ سے واپسی میں مختلف ممالک کے عجائبات خرید لئے۔ کچھ غلاف شریف لے لینا۔ جو بھیرہ تک بیچتے چلے آنا ÷

چوتھا امر یہ ہے کہ جس قوم کے ہاتھ میں سیاست ہو۔ وہ تجارت کے ذریعہ سے اپنے ملک اور دوسرے ملک کے حالات کی پوری نگرانی کر سکتی ہے۔ کوئی تعجب نہیں۔ کہ خفیہ پولیس یا جاسوس تاجروں کی صورت میں پھرتے ہوں پچھلے جنگ میں تجارت پیشہ لوگوں کے ذریعہ کئی ایسے واقعات ہوئے کہ تاجروں نے اپنے ملک کو بہت بڑے فائدے پہنچائے ÷

پانچواں امر۔ کئی لوگ مسلمانوں میں سے سلطنت کی خواہش کرتے اور سلطنت کی خوابیں دیکھتے ہیں حالانکہ سلطنت کے اغراض میں سے بڑی غرض حفاظت مال ہے جس قوم کے پاس مال نہیں۔ اس نے حفاظت کس چیز کی کرنی ہے۔ ایسی قوم کا سلطنت کے متعلق خواہش کرنا اُس شخص کے مطابق ہے جو بکس اور ٹرنک بنواتا ہے اور اُن کے اندر رکھنے کے لئے اُس کے پاس کپڑا وغیرہ کوئی سامان نہیں۔ اگر ڈاکٹر ایسے شخص کو مینیا کا مریض قرار دے گا۔ تو وہ قوم جو سلطنت کی متمنی بغیر مال کے ہے اس کے متعلق بھی ڈاکٹر ایسی ہی رائے رکھنے پر مجبور ہوگا۔ آجکل بڑی سلطنتیں۔ اس لئے نہیں لڑتیں اور نہ گزشتہ جنگ عظیم اس لئے ہوئی۔ کہ کسی قوم کو توسیع سلطنت کی ضرورت ہے۔ بلکہ ان کی کشمکش صرف اس لئے ہے۔ کہ ہر قوم اپنے تجارتی اثر کو وسعت دینا چاہتی ہے پس تجارت اصل ہے اور سلطنت اس کی فرع یا خادم ہے ÷

چھٹا امر مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا گرے ہوئے ہونا خود ان کو بھی معلوم ہے اور غیر قوموں کو بھی معلوم ہے۔ مگر زیادہ بدنام کنندے اور قوم کو نہایت حقیر کرنے والے تین امر ہیں۔ خیانت۔ جھوٹ۔ بے صبری اور ان تینوں کی اصلاح تجارت کے ذریعہ سے ہوتی ہے کیونکہ تجارت چل ہی نہیں سکتی۔ جب تک کسی میں یہ تین مرضیں پائی جائیں۔ تجارت ایک عظیم الشان مصلح کا کام دیتی ہے۔ عیسائیوں اور ہندوؤں پر جو لوگ اعتبار رکھتے ہیں۔ تو کیا ان کے مذہب کی سچائی کی وجہ سے کرتے ہیں نہیں بلکہ تجارت نے ان کے اندر سچائی اور دیانتداری اور استقلال پیدا کر دیا ہے۔ کیونکہ ان خصائل کا قیام تجارت کے لئے ضروری ہے ÷

پس عقل اور نقل سے تجارت کی عظمت ثابت ہے اس لئے اس پیشے کے اختیار کرنے کی مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیئے۔ اس دفعہ ٹکسلا راولپنڈی کے علاقہ میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے مسلمانوں نے بہت ہمت کی کہ ۳۴ دوکانیں شہر ٹکسلا میں کھول دیں۔ اور قریباً ساٹھ گاؤں اُس شہر کے گرد اگرد مسلمانوں کے ہیں وہ اُن کے مددگار ہیں۔ اب کسی تھوک فروش دوکاندار کی ضرورت ہے تاکہ یہ ۳۴ دوکانیں مسلمانوں کی اس سے سودا لیں۔ اللہ تعالےٰ ہی کسی مسلمان کے دل میں ڈالے۔ تاکہ وہ تھوک فروشی کی دوکان اُن مسلمانوں کے لئے ٹکسلا میں جا کر کھولے ÷

حضرت علیؓ کے اقوال زرّیں

(۱) آپ نے فرمایا۔ جسکو خدا اور اسکے رسول اور اسکے اولیاء کا طریقہ نہیں آتا۔ وہ خالی ہاتھ ہے ان سے پوچھا گیا۔ کہ خدا کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا "بھید کو چھپانا۔ پھر کہا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے؟" فرمایا ملنساری"۔ پھر پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا۔ لوگوں کی طرف سے تکلیف پہنچنے پر برداشت کرنا ÷

(۲) آپ نے فرمایا۔ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں اور بلغم [illegible] (۲) روزہ رکھنا (۳) قرآن کریم پڑھنا ÷

دُنیا کا سب سے بڑا محسن انسان

(از جناب شیخ عبد الرحیم صاحب فاضل عربی سابق سردار جگت سنگھ)

آجکل بعض انسانوں کی فطرت عجیب قسم کا پلٹا کھا گئی ہے۔ وہ مُحسن ہستی جس کے احسان ہر آن اس کثرت سے ہر انسان پر برس رہے ہیں۔ کہ گننے تو گن نہیں سکتا۔ ان کا شکر کرنے لگے۔ تو عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ وہ جس کی ہستی ہمہ تن حُسن ہی حُسن اور جس میں کوئی نقص اور کوئی عیب نہیں پایا جاتا۔ وہ جو اس نہایت ہی کمزور کیڑے کا ہر لحظہ اور ہر سیکنڈ میں اپنے بیشمار فضلوں اور کرموں سے نگران اور مربی اور بے بدل کریم ہے اس کو بھی کچھ فطرت نہیں پہچانتے۔ اور نہ ہی اس حد تک اس کا شکریہ کرتے ہیں۔ جو اپنی حد واجب کو پہنچکر اس کو خوش اور رضامند کر دے۔ حالانکہ خود اس کا اپنا وجود پھر زمین و آسمان کی تمام کائنات اور جو کچھ ان میں انسان کے لئے بہم پہنچایا گیا ہے وہ اتنا تھوڑا نہیں ہے۔ کہ اس پر نظر غائر ڈالی جائے تو احسان اور شکر کے مرتبے سے انسانی عقول بالکل ہی بے اعتنائی کی طرف چلی جائیں۔ یا وہ اس کے ذریعہ سے اس حمید اور مجید ہستی کو پوری طرح سے نہ پہچان سکیں۔ تاہم ایسے انسان دُنیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں جو اس مالک حقیقی کو نہیں پہچانتے اور نہ ہی ان ہاتھوں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے ہیں جو اُن پر کرم و جود کی بے نظیر موسلا دھار بارش ہر وقت برسا رہے ہیں +

ایسی ہی فطرت کے لوگ پھر ایسے محسن انسانوں کے احسانات کو بھی نہیں پہچانتے جو بنی نوع انسان میں حد درجہ کے فیاض حد درجہ کے خوش اخلاق۔ اور حد درجہ کے رحیم و کریم ہوتے ہیں۔ بھلا وہ انسان جو اپنے خالق کو ایک جانتا ہوا اُس کو تمام محامد سے موصوف ٹھیراتا ہو۔ اس کے ساتھ کا کسی کو نہ سمجھتا ہو۔ بتایا تو جائے کونسی بُرائی ہے جو اپنے اس عقیدے میں اس نے کی۔ اور اس کو کوئی ملامت کرتا ہے تو کیوں۔ اور پھر کس بات پر۔ کیا اسی بات پر کہ اُس نے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔ مشرق و مغرب کا رب نہیں کوئی معبود۔ مگر وہی۔ پس اُسی کو اپنا کارساز تصور کر کا سبق کیوں دیا ہے۔ یا اس لئے کہ وہ بے انتہا خزانوں والی ہستی کی طرف انسان کو کیوں کھینچکر لاتا ہے جو اس کی کامیابی کی ٹھیک راہ ہے اور اس پر اس کو کیوں قائم کرنا چاہتا ہے۔ یا وہ مقدس انسان اس لئے نشانہ ملامت کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ساری رُوح و رواں سے صرف اسی کے آستانے پر کیوں گرنا پسند کرتا ہے اور گرتا ہے۔ اور یہی ہر ذی عقل انسان کو تعلیم دیتا ہے۔ اور اس پر دوام کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میری نماز میری زندگی کی ہر قسم کی قربانی۔ خود میری زندگی اور موت یہ تمام کی تمام رب العٰلمین ہی کے لئے ہے) یا وہ پھر اس لئے قابل نفرت ہے کہ وہ کیوں اس القوی اور العلیم اور الغنی ہستی کیطرف انسان کو دامن کشاں لے جا رہا ہے +

نہایت ہی افسوس ہے اس انسان پر۔ جو ایسی پاک ہستی پر سفیہانہ حملہ کرتا ہے اور بالکل ہی عاقبت نااندیشی اور حماقت سے کام لیتا ہوا بجائے احسان مند ہونے کے احسان فراموش بنتا ہے۔ اگر کوئی ہستی زمین و آسمان کی خالق ہے۔ اور وہ انسان پر ہر وقت اپنے احسانوں کی بارش بھی برسا رہی ہے تو لابد ایسی ہستی کی طرف لے جانے والا انسان قابل تحسین ہو سکتا ہے نہ کہ محل ملامت اور محل نفرین +

اسی قیاس پر جس انسان کے اخلاق میں اعلیٰ درجہ کا رحم اور اعلیٰ درجہ کا کرم پایا جاتا ہو۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کو گالیاں دی جائیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں وہ اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا ہے کہ جس کی نظیر کسی انسان کی زندگی میں اس طرح کامل طور سے ہم نہیں دیکھ سکتے اور نہ ہی ہمیں نظر آسکتی ہے۔ یہ مبالغہ آمیز کلام نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی دروغگوئی اور تعصب کی رنگ آمیزی ہے۔ آپ ذرا دیانت اور انصاف کو اپنے دائیں بائیں بٹھا کر عقل کے تمام خانوں سے تعصب اور بیجا طرفداری کو بالکل نکال کر خوب غور فرمالیں۔ اچھی طرح پرکھ لیں۔ نقادانہ نظر سے دیکھیں بالضرور آپ یہی پائیں گے۔ کہ ہر اس جگہ میں جہاں انسان اپنا اخلاقی اور عملی نمونہ دکھا سکتا ہے وہاں اچھی سی اچھی صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نمونہ ہوگا۔ مثلاً خدا تعالیٰ کو بے مثل۔ علیم و قدیر ماننا۔ اس کے سامنے دست بستہ کم از کم چالیس بار روزانہ مودبانہ صورت میں استدعا اور التجا کرتے رہنا۔ محتاجوں۔ رشتہ داروں۔ ماں باپ۔ اور بیواؤں یتیموں۔ مسکینوں۔ غریبوں پر احسان کی تاکید کرنا۔ مسافروں پڑوسیوں پر۔ اجنبی ہوں یا اپنے سلوک و مروت کرنے کی تعلیم دینا۔ کیا یہ بُری باتیں ہیں۔ یا کیا ان تمام باتوں کے آپ معلم نہ تھے۔ یا یہ حصّہ آپ کی تعلیم میں موجود نہیں ہے۔ سُو دنیا کے بیمار مغز و۔ ذرا ہوش سے کام لو۔ ایک شخص کسی کو اچھی باتوں کی تعلیم دے۔ اور تعلیم بھی ایسی ہو کہ اس سے انسان کی رُوح اور اس کے جسم کو سکھ اور چین پہنچتا ہو۔ تو کیا ایسا انسان بُری نظر سے دیکھنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ کیا وہ جو اپنے ہدایت نامے میں زبان پر حکومت کرنا سکھاتا ہو۔ بُرے اقوال کہنے سے روکتا ہو۔ جھوٹ اور زُور سے۔ اور غلط بیانی سے پاک رکھنے کی ہدایت کرتا ہو۔ وہ آپ کے نزدیک اس قابل ہے کہ اس کو گالی گلوچ سے یاد کیا جائے۔ یا وہ امن جو اور صلح پسند انسان جس کی تعلیم میں قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ (ان سے ہی لڑو جو تم سے لڑائی کا آغاز کریں۔ مگر زیادتی نہ کرنا۔ تمہارا آقا ایسے لوگوں سے جو زیادتی کرتے ہیں محبت نہیں کیا کرتا ہے) یا وہ جس کی تعلیم میں یہ حصّہ بھی موجود ہو کہ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ (دیکھنا کسی قوم کی دشمنی تم سے عدل و انصاف نہ چھڑا دے کیونکہ یہ وطیرہ متقیوں کا نہیں ہوا کرتا) تو آپ کے نزدیک ایسے انسان سے ہی جنگ و جدل ضروری اور فرض واجب کی طرح جانا گیا ہے۔ بے ادبی معاف۔ آپ کے اس تعصب کی آنکھیں اندھی ہوں۔ جو غیر اور اپنے میں تمیز کرتے ہوئے ذرا انصاف سے کام لینا نہیں جانتا۔ پھر کیا ایسا انسان آپ کے نزدیک آپکی بے رحمی کا محل بن سکے گا۔ جو ہر جاندار کے ساتھ احسان اور سلوک کرنے کی تاکید کر گیا۔ چنانچہ آپ فرما گئے ہیں کہ ہر ذی جاندار جو تر جگر رکھتا ہے اس کے ساتھ سلوک کرو گے۔ تو تمہیں ضرور اس کا بھی اجر ملے گا۔ حتیٰ کہ کتّے کو پانی پلانا بھی نیکی ہے اور چیونٹیوں کو آٹا اور دانہ دینا بھی نیکی ہے۔

حضرت من آپ کی فطرت بھی عجیب فطرت ہے۔ غلطی ہو کسی دوسرے انسان کی۔ دُکھ دیا ہو مثلاً آپ کو زید نے۔ اور گالیاں دیں آپ بکر کو۔ یا اس کے دوسرے بھائی خوش اخلاق عمر کو۔ پھر آپ کو بیں بُرا بھلا کہیں کسی زندہ کو تو خیر لیکن اگر آپ کسی فوت شدہ انسان کو گالیاں دیں۔ اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو پاگل اور مجنون کہلوانے کی کوشش کریں تو آپ کو عقلمند کون کہے گا۔ آپ کو دکھ دیا بالفرض محال کسی مسلمان بادشاہ نے خواہ وہ محمود ہو یا اورنگ زیب۔ یا اور کوئی جس کا آپ بڑے شوق سے نام لینا پسند کرتے ہیں اور گالیاں دیں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ تو آپکو دانشمند کون کہے گا۔ اے خدا اے زمین و آسمان کے مالک۔ تیرے رحم نے۔ تیری نوازش نے کتنا وسیع دامن کر لیا ہے کہ تیرے پیارے کو ناحق کوسا جاتا ہے اس کو گالیاں۔ اور فحش سے فحش گالیاں دی جاتی ہیں۔ اور تو تحمل اور بردباری سے ایسے ناپاک انسانوں پر بھی اپنی رحمت کا سایہ کر رہا ہے اور انسان کو ایک وقت تک مہلت دینا تجھے ناپسند اور نازیبا معلوم نہیں ہوتا۔ تیری رحمت بیشک وسیع ہے۔ تو ایسے ہی رحم سے کام نہ لے۔ تو انسان کی زندگی مشکل ہے۔ تاہم تو عزیز بھی ہے۔ تو ذو انتقام بھی ہے۔ تیری پکڑ سخت

بھی ہے۔ اور تیرے عذاب کا نقشہ آنکھوں کے لئے ناقابلِ رویت۔ دردوں کے لئے بالکل ہی ناقابل برداشت ہے میں تجھے تیرے منہ کی قسم دیتا ہوں ایسے لوگوں کے لئے بالضرور کوئی راہ نکالی جائے۔ ورنہ تیری مسلم مخلوق کے دل پاش پاش ہو رہے ہیں۔ وہ تیرے پیارے کا کوسنا کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمارے گناہوں کی معافی کا وقت کب آئے گا۔ ہاں ہم تجھ سے مایوس نہیں ہیں۔ مگر ہمارے دل اب عجیب اضطراب میں ہیں یہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے ہیں۔ اور تیرے ہی ہاں صرف تیرے ہی منہ کو تک رہے ہیں +

کتنا اندھیر ہے۔ کتنی ناانصافی ہے معلم خیر کو بُرا بھلا کہنا۔ صرف یہی نہیں بلکہ بُری طرح کوسنا۔ اور پھر قوم سے۔ ہاں ساری کی ساری قوم سے۔ دو چار کا دل بھی نہ پسیجا کہ کیا کر رہے ہو۔ کدھر جا رہے ہو۔ لڑائی کرتے ہو بڑھو سے اور مارتے ہو محسن باپ کے سر پر۔ اے ساکنانِ ہند۔ اب تمہاری خیر نہیں۔ جس زمین پر گناہ اپنی حد کو پہنچ جائے۔ وہ آج نہیں تو کل ضرور ہی موردِ غضب ہو کر رہے گی۔ تمہاری خیر ہے تو صرف اسی میں کہ تم ظالم کا ہاتھ پکڑو تم مظلوم کی عدل و انصاف سے طرفداری کرو۔ تم معلمِ خیر پر بے شمار رحمتیں بھیجکر اس ہستی کو خوش کرو جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ورنہ وہ اگر غفور اور رحیم ہے تو شدید البطش بھی ہے۔ اور اس کی پکڑ کی کسی نے بھی حد بندی نہیں کی۔

اے مسلمانانِ ہند ؎

دل میں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی
سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی
تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
(از حضرت مسیح موعود)

یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔ تمہاری منافقت اور تمہاری باہمی منافرت نے ہی آج یہ دن دکھائے ہیں۔ تم نے لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (یا ہم تم نہ جھگڑو تم میں بودا پن پیدا ہو جائے گا اور تمہاری تمام کی تمام شوکت جاتی رہے گی) پر کبھی غور نہیں کیا ہے۔ تمہاری ہر کمزوری کا تدارک تمہاری اپنی کتاب عزیز میں ہے۔ مگر تم نے یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (اے پالنے والے میری قوم نے تو اس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ دیا) پر عمل کیا۔ اور یہ بُرے دن دیکھے۔ اور بڑے اطمینان سے دیکھے + تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے۔ یہ تمام گالیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل رہی ہیں۔ ان میں بھلا آپ کی بھی بہت کچھ شراکت ہے کہ نہیں۔ آپ جھٹ سے معاذ اللہ پڑھ دیں گے۔ مگر ذرا غور فرمائیں۔ نالائق لڑکا ہی تو اپنے ماں باپ کو گالیاں دلوایا کرتا ہے۔ اور نالائق اور نااہل متبعین ہی تو اپنے مطاع و مقتدا کو بدنام کیا کرتے ہیں +

آپ نے اپنا پہلا زمانہ بھی سُنا ہے یا دیکھا ہے اور اب بھی جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے تم دیکھ رہے اور سُن رہے ہو۔ مگر حیف کہ ذرا اُس سے مس نہیں ہوتے۔ کب تک یہ نفاق اور یہ بغض اور یہ دشمنیاں رکھ کر اپنی بربادی کے سامان پیدا کرتے رہو گے۔ کچھ تو ہوش سے کام لو۔ خدارا ذرا سوچو۔ اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ کن وقتوں کے لئے ہے۔ خود غرضی کو بالائے طاق رکھ کر کیا ہے جو تم نہیں کر سکتے۔ موتی دنیا میں بکثرت نہیں ہوا کرتے۔ سچائی کے لئے بہت کچھ کوشش کی ضرورت نہیں ہے صرف بیجا تعصب اور بیجا منافرت ہی تمہاری سدِ راہ بن رہی ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا پر عمل کرو اور چند ہی دنوں میں پھر دیکھو کیا کچھ نہیں۔ جو تم نہیں کر سکتے +

عورتیں عورتوں کی اصلاح کا فرض ادا کریں

(از محترمہ زبیدہ صاحبہ سکرٹری لجنۃ اماء اللہ۔ لاہور)

آج مسلمان عورتوں کی حالت کیا بلحاظ دین۔ اور کیا بلحاظ دنیا جس قدر گری ہوئی ہے۔ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اس کی اصلاح کے لئے نہ صرف مردوں کو خاص طور پر کوشش کرنی چاہیئے بلکہ خود عورتوں کو بھی اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور اپنے طبقہ کو بہترین طبقہ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ مرد تو پھر بھی کچھ نہ کچھ عورتوں کی بہتری اور اصلاح کے لئے کر رہے ہیں مگر عورتیں اس طرف سے بالکل غافل ہیں۔ حالانکہ عورتوں کی اصلاح عورتوں کا فرضِ اولین ہے۔ اس فرض کو سرانجام دینے کے لئے میں بہت سوچ بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہوں۔ کہ اصلاح یافتہ اور پڑھی لکھی عورتوں کو ایسے اشغال جاری رکھنے چاہئیں۔ جن کی وجہ سے عورتوں سے واسطہ پڑتا رہے۔ اکثر بہنیں ایسی ہیں جو معمولی دوائیں بڑے اور چھوٹے بچوں کی جانتی ہیں۔ ان کو چاہیئے۔ کہ اپنے کام کو محض للہ ترقی دیں۔ تا عورتوں سے زیادہ تعلق بڑھے۔ اسی طرح جو دستکاری یا سلائی وغیرہ کا کام جانتی ہیں۔ وہ دوسری عورتوں کے کپڑے قطع کر دیا کریں۔ جو سلائی کر سکتی ہوں وہ بہت کم اُجرت پر سلائی شروع کر دیں۔ اور جو صاحبِ ثروت ہوں۔ ان کو بھی اس وقت سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ اس وقت ہندوؤں سے لین دین کی بندش کی وجہ سے پردہ نشین عورتیں جو اکثر اپنے دروازوں پر سودا لے لیا کرتی تھیں یا تو اپنی مشکلات بیان کر رہی ہیں یا پوشیدہ طور پر خرید لیتی ہیں۔ صاحبِ ثروت بہنوں کو چاہیئے کہ وہ گھروں میں کسی نہ کسی قسم کی تجارت شروع کر دیں۔ کوئی زیادہ سرمائے سے نہیں۔ بلکہ بہت چھوٹے چھوٹے پیمانہ پر اور کم نفع پر کام شروع کر دیں +

مردوں کے لئے تو یہ مشکل ہوتی ہے۔ کہ اگر مقدار سے کم نفع لیں تو تمام ضروریات کیونکر پوری ہونگی۔ مگر عورتوں کے لئے یہ مشکل نہیں۔ وہ محض اپنی بہنوں کی بہتری کے لئے اس کام کو شروع کر دیں۔ اس طرح ایک تو ان عورتوں کو سہولت ہو جائے گی۔ جو اپنی پسندیدہ چیزیں خریدنے کی عادی ہیں۔ اور اس وجہ سے گلیوں میں جو سودے والے بزاز وغیرہ آتے ہیں۔ ان سے سودا لینا ترک کر دینگی۔ دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ خصوصیت سے عورتوں سے میل ملاپ کا موقع ملے گا۔ اس طرح ان کو نرمی اور آسانی سے خدائے واحد کی پرستش کی تعلیم دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے بھی بہت دُور ہیں۔ میں امید کرتی ہوں کہ اور بہنیں بھی اپنے خیال کا اظہار فرمائیں گی۔ کہ آیا یہ تجویز کہاں تک درست ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے +

میں صرف تجویز ہی پیش نہیں کر رہی۔ بلکہ میں نے ایک قدر عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جاری رکھنے کی توفیق دے۔ اور اپنی لجنہ کی ممبرات کو بھی تحریک کر رہی ہوں۔ جن میں سے بعض بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور بعض کوشش میں ہیں۔ میں نے سر دست کچھ کٹ پیس منگوائے ہیں۔ اس طرح اکثر عورتوں سے ملنے کا موقعہ مل جاتا ہے +

عورتوں کی اصلاح کا طریق

(فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"مرد اگر پارسا طبع ہو تو عورت کب صالح ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر مرد خود صالح بنے تو عورت بھی صالح بن سکتی ہے۔ قول سے عورت کو نصیحت نہ دینی چاہیئے۔ بلکہ فعل سے اگر نصیحت دیجائے تو اس کا اثر ہوتا ہے عورت تو درکنار۔ اور بھی کون ہے جو صرف قول سے کسی کی مانتا ہے۔ اگر مرد کوئی کجی یا خامی اپنے اندر رکھے گا۔ تو عورت ہر وقت کی اسپر گواہ ہے اگر وہ رشوت لیکر گھر آیا ہے تو اسکی عورت کہے گی کہ جب خاوند لایا ہے تو میں کیوں حرام کہوں۔ غرضکہ مرد کا اثر عورت پر ضرور پڑتا ہے اور وہ خود ہی اسے خبیث اور طیب بناتا ہے اسی لئے لکھا ہے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ۔ اس میں یہی نصیحت ہے [illegible]

حالاتِ حاضرہ کے متعلق چند پیشگوئیاں

(از جناب مولوی کرم داد صاحب دوالمیال)

جن پیشگوئیوں کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سُن لیجئے۔ فرماتے ہیں:۔ لِکُلِّ اٰیۃٍ منہا ظہرٌ و بطنٌ۔ قرآن شریف کی ہر آیت کا ایک ظہر ہے اور ایک بطن۔ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکلا منہا رغداً حیثُ شئتما پ۔ اس میں قرآن شریف کے پڑھنے والوں کو سمجھایا کہ اگر تم سکھ اور آرام کی زندگی چاہتے ہو۔ تو دنیا میں جہاں رزق پاؤ حاصل کرو۔ اس آیت کے بطن میں تجارت کیطرف اشارہ ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا وکلوا مِنْ رزقہ پ۲۹ اسکے علاوہ اور بھی کئی آیات ہیں جیسے ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضلہ پ۱۵ جن سے دُور و دراز ملکوں میں پھر کر تجارت کرنا ثابت ہے +

ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین اس کا بطن ظاہر کرتا ہے کہ دو باتوں کے باعث مسلمان ترقی کے مدارج سے گر کر مصائب کا شکار ہونگے۔ ایک انکے باہمی اتحاد اور محبت کا جاتے رہنا۔ شجر کے معنے جھگڑے کے بھی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حتّٰی یحکموک فیما شجر بینھم پ۵۔ دوسرے اس لئے کہ مسلمانوں کا اکثر حصہ تجارت وغیرہ کو چھوڑ کر زمینداری میں پھنس جائیگا +

فلمّا ذاقا الشجرۃ بدت لھما سوأتھما و طفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ پ۹ بعض مفسرین نے الشجرۃ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وھی الحنطۃ کہ وہ گندم کا درخت تھا۔ پس گندم کے کھانے سے آدم علیہ السلام کا دُکھوں اور تکلیفوں میں پڑنا یہ زمیندارہ کیطرف اشارہ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آلاتِ زراعت کو دیکھ کر فرمایا لا یدخل ھٰذا بیت قوم اِلّا ادخلہ الذل (بخاری) نہیں داخل ہوتا یہ کسی گھر میں مگر کہ داخل کرتا ہے اللہ اس گھر میں ذلّت کو۔ مسلمانوں نے جب حیث شئتما کے برخلاف یعنی تجارت کو چھوڑ کر زمیندارہ اختیار کیا۔ تو بھوکے ننگے اور ذلیل ہو گئے۔ زیورات اور پارچات تو انکے خون چوسنے والے دشمن کے ہاتھ میں ہیں اور یہ بیچارے گھاس پات سے اپنا تن ڈھانپ رہے ہیں + حضرت آدم کو فرمایا اِنّ لک الا تجوع فیھا ولا تعریٰ۔ و انک لا تظمؤا فیھا ولا تضحٰی پ۱۶۔ اس میں حیث شئتما کے برخلاف چلنے اور فلما ذاقا الشجرۃ کا نتیجہ بتایا۔ کہ بھوکا۔ ننگا۔ پیاسا دھوپ میں جلنا پڑے گا۔ مفسرین لکھتے ہیں آدم کو زمیندارہ کرنا پڑا۔ یبنی اٰدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سوأتھما انہ یرٰیکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم پ۸ اسکے بطن میں ایک ایسے شخص کے فتنہ کی پیشگوئی کی گئی ہے جسکو مسلمان غلطی سے اپنا خیر خواہ سمجھ کر اپنے کپڑے بھی اس کے کہنے سے اُتار پھینکیں گے۔ حالانکہ وہ اور اس کا قبیلہ یعنی قوم ایسے طریقہ سے مسلمانوں کے دین و دنیا کو برباد کریں گے کہ آخر وقت تک مسلمان انکی چال سے بے خبر رہیں گے۔ قل من حرّم زینۃ اللہ الّتی اخرج لعبادہ والطیّبات من الرزق پ۸۔ یہاں اس زمانہ کا پتہ اور نشان بتایا گیا۔ جب مسلمان ایک فتنہ میں مبتلا ہو کر اچھا لباس پہننا حرام سمجھنے لگیں گے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے طرح طرح کی زیب و زینت کی چیزیں ظاہر فرمائے گا۔ مسلمان ایک آواز انی لکما لمن الناصحین کی سُنکر ایسے فریفتہ ہونگے۔ کہ آیت یبنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد کے حکم کو بالکل بھلا دینگے۔ یہ سب کچھ ہمارے زمانہ کے لوگ دیکھ چکے ہیں زیادہ تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔ آدم علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فامّا یأتینکم منی ھدًی فمن اتّبع ھدای فلا یضل ولا یشقٰی ومن اعرض عن ذکری فانّ لہ معیشۃً ضنکاً پ۱۶۔ اس آیت کے مشہور اور ظاہری معنوں کے علاوہ جو تفاسیر میں درج ہیں۔ اس کے بطن میں یہ پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ آخری زمانہ میں جب مسلمان ایسے مصائب میں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مبتلا ہو کر کمزور ہو جائینگے اور انہ یرٰیکم ھو وقبیلہ کا مصداق دشمن مسلمانوں کا مال و متاع لیکر انکے دین و ایمان کو بھی چھیننے لگے گا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ کو مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے ایسی مفید اور بابرکت باتیں سمجھائیگا کہ جنپر عمل پیرا ہونیسے ایک تو مسلمان اس فتنہ سے بچ جائینگے جو انکو گمراہ کرنے اور مرتد بنانیکے لئے طوفان عظیم کے رنگ میں نمودار ہوگا۔ دوسرا انکی مالی کمزوری بھی دُور ہو جائیگی (فلا یضل ولا یشقٰی) اور جو مسلمان ان نصائح سے اعراض کرینگے۔ وہ ہمیشہ تنگدست اور کمزور رہینگے (فان لہ معیشۃ ضنکا) +

اب اسلام اور اہل اسلام کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز امام جماعت احمدیہ نے نہایت نازک حالت میں پاکر وہ کلمات اور ہدایات جنپر چلنے سے مسلمان اپنے دین و دُنیا کو سنبھال سکتے ہیں بتادی ہیں اور اسلام کی آواز انکے کانوں تک پہنچادی (اذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ برئٌ من المشرکین و رسولہ) +

بعض روایات میں بھی موجودہ فتن اور انکے علاج کی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں منجملہ ان پیشگوئیوں کے پہلی پیشگوئی یہ کہ ایک فتنہ برپا ہوگا۔ اور بانی فتنہ کا ایک نشان بتایا۔ "ہمراہ او ہفتاد ہزار باشند از حاکہ" آثار القیامہ صفحہ ۴۰۲ "حاکہ کے معنے سمجھنے کے لئے صراح کو پڑھو۔ حوک حیاکۃ بافتن فھو حائک وھم حاکۃ وحوکۃ۔ ستر کے عدد سے کثرت مراد ہے یعنے کپڑا بُننے والے بہت سے لوگ اسکے ہمراہ ہو جائینگے۔ پھر آتا ہے۔ فکانی برجل من الحبشۃ (بخاری) کہ وہ افریقہ سے آویگا جس کا ذکر میں سُنا رہا ہوں۔ کئی سال افریقہ میں رہا۔ اس لئے بھی روایات میں اسکے قبیلہ یعنی قوم کو حبشی کہا گیا۔ اس کا مفصل بیان رسالہ فتنہ ارتداد میں ہو چکا۔ یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر لکھا ہے ثم یسیلون سیل النحل حتی ینتھوا الی الکعبۃ (آثار القیامہ ۴۴۴) کہ وہ قوم شہد کی مکھیوں کی طرح جمع ہو کر اپنی تمام طاقت اور کوشش کے ساتھ کعبہ یعنی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے گی۔ چنانچہ اس وقت مشرق سے لیکر مغرب تک اس قوم کا چھوٹا اور بڑا اسی فکر میں ہے۔ کہ کس طرح مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالے۔ پھر آتا ہے رحمت دوم آنست کہ ہرگاہ ویران شود خانہ خدا بفرستد خدا مردیرا ... وے ہلاک کند کسے را کہ ویران کردہ است اورا و بیرون کند ایشانرا (آثار القیامہ ص۴۴۵) اس سے ظاہر ہے کہ خلیفہ دوم کے وقت مسلمانوں کو ویران کرنے والے اپنے کئے کا بدلہ پائینگے اور بعض جگہ سے نکالے بھی جائینگے +

موجودہ فتن ایک دریا کی طرح موجزن ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پیش کردہ ہدایات بمنزلہ پل کے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس پل پر کھڑے ہو کر اپنے دشمن کا مقابلہ کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نصرت و کامیابی بخشے۔ شہروں۔ قصبوں۔ اور دیہات میں جب مسلمان کپڑا وغیرہ کی دکانیں کھولکر اپنے مال کو سنبھال لینگے۔ تو ان کا خون چوسنے والا دشمن ابیر دل کی طرح جیسے دست و پا ہو جائے گا +

بانیٔ اسلام کی ایک خاص فضیلت

ایک مسلم دوسرے مسلم کا آئینہ ہے!

(از ابوالرشید مولوی غلام احمد صاحب مجاہد مولوی فاضل)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے اپنی ایک فضیلت یوں ظاہر فرمائی ہے۔ کہ فُضِّلتُ علی الانبیاء ... اُعطیت جوامع الکلم کہ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے۔ اس خصوصیت کی حقیقت معلوم کرنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ عربی لغت میں جامع کلام کی تعریف یہ لکھی ہے ماقلت الفاظہ وکثرت معانیہ یعنی وہ جس کلام کے الفاظ تھوڑے اور معانی و مطالب کئی ہوں۔ اس لغوی حوالہ کے لحاظ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی شان میں اعطیت جوامع الکلم کہنا یہی حقیقت رکھتا ہے۔ کہ حضور کی کلام میں الفاظ تھوڑے ہیں۔ مگر معانی و مطالب کا بے پایاں سمندر اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ اس دعویٰ کی صداقت معلوم کرنے کیلئے اگر ہم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو مدنظر رکھیں۔ اور ان پر غور کریں۔ تو لامحالہ ہمیں اس فضیلت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک وہ فقرہ جو حضور نے حکمت و موعظت کے رنگ میں ارشاد فرمایا اس پر جتنا غور کیا جائے اتنا ہی نہاں در نہاں حکمتوں اور معرفتوں کا پتہ چلتا ہے۔ فی الحال ایک فقرہ پیش کرتا ہوں۔

آپ نے اپنی امت کو تزکیہ نفس۔ اصلاح ذات البین۔ کی تلقین ایک نہایت ہی مختصر فقرے میں یوں فرمائی ہے۔ المسلم مرآۃ المسلم کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے حضرت نبی کریم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے اور اسلام کی سچائی ثابت کرنے کیلئے موجودہ تمدن کے لحاظ سے جس قدر یہ اصل مفید و بابرکت ہو سکتا ہے۔ اتنا کوئی نقلی یا عقلی دلیل کام نہیں دیسکتی۔

دنیا میں انسان کو اگر مدنی الطبع ہونے کیوجہ کسی ایسے ہمدرد کی ضرورت ہے۔ جو اسے نقائص و عیوب سے مطلع کرتا رہے۔ اور مفید مشوروں سے رہبری کرے۔ تو اس فقرہ میں بتایا گیا ہے کہ ایک مسلم کا فرض یہ ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو محبت اور ہمدردی سے وہ باتیں بتائے جن سے اس کی پوزیشن کو نقصان پہنچتا ہو۔ کیونکہ آئینہ یہی کام کرتا ہے۔ ایسا ہی اگر مذہبی دنیا میں ایک انسان کو قابل کامل نمونہ کی ضرورت ہے اور یقیناً ہے تو اس کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول کریم صلعم نے اپنی ذات کو ہر مسلمان کیلئے بطور آئینہ پیش کیا۔ کہ ہر مسلمان اپنے ہر قول و فعل و حرکت و سکون میں میری ذات میرے اعمال و افعال کو آئینہ کا رہنائے۔ ایسا ہی اگر ایک کامل الفن۔ یا ہادی۔ یا کسی سکیم کے طیار کرنے والے انسان کو کسی ایسے خلف الرشید کی ضرورت ہے جو اس کے مرنے کے بعد اس کی صفات کا حامل ہو۔ اور اس کے نام کو دنیا میں زندہ رکھے۔ تو اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مسلمان سے اپنے خلف الرشید ہونے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے مسلمانوں تم اپنی ذات و صفات میں اپنے اقوال و افعال میں میری ذات کا آئینہ بن جاؤ۔ ایسے صاف باطن ہو جاؤ کہ میری تصویر تم میں کھچ جائے اور میرے انوار کا انعکاس آنے والی دیگر قوموں کو تمہارے وجود میں نظر آئے۔

غرضیکہ عربی زبان کے قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور کے مختصر سے جملے المسلم مرآۃ المسلم سے مندرجہ بالا تین حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور ان تینوں حقیقتوں کے لحاظ سے یہ فقرہ قرآن کریم کی کئی آیات کی تشریح ہے۔ مثلاً پہلے معنی کے لحاظ سے دونوں "المسلم" الفاظ سے ہر ایک مسلمان مراد لیا گیا۔ کہ جیسے ایک آئینہ انسان کے بدنما داغ کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس انسان کو اس کے ازالہ کی فکر پیدا کرتا ہے۔ ویسا ہی ایک مومن کو دوسرے مومن کا ناصح مشفق ہونا چاہیئے نبی کریم صلعم کا ایک مومن کو دوسرے مومن کا آئینہ قرار دینا بھی حکمت سے خالی نہیں۔ بلکہ دو بڑی بڑی حکمتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ لفظ منتخب کیا گیا ہے۔ پہلی حکمت اس تشبیہ میں یہ ہے۔ کہ جیسے ایک آئینہ صرف دیکھنے والے شخص کو ہی اس کے بدنما داغ کی اطلاع دیتا ہے۔ نہ کہ کسی غیر کو ایسا ہی مومن کو چاہیئے کہ دوسرے مومن بھائی کی کسی کمزوری یا نقص کو اگر ناصحانہ انداز سے ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو صرف اسی کو علیحدگی میں بتانی چاہیئے۔ بپبلک میں اس کی اشاعت کرنی مناسب نہیں دوسری حکمت یہ ہے۔ کہ ایک شخص جب کسی آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے تو بدنما داغ معلوم ہونے کی وجہ سے اس آئینہ کو توڑنے کے درپے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ تا آئندہ بھی کام آئے۔ اسی طرح ہر شخص کو چاہیئے کہ جب اس کا کوئی بھائی اس کی کمزوری پر اسے مطلع کرے۔ تو اس بھائی کا مشکور رہو۔ دنیا کی کسی زبان میں بھی ایسی پر حکمت کلام نہیں مل سکیگی۔ جو الفاظ کے لحاظ سے تھوڑی ہو۔ اور معانی و مطالب کے لحاظ سے بہت بڑی حکمتوں سے پر ہو۔ فصلّی اللّٰہ علیک وسلم یا رسول اللّٰہ

پھر انسان کی اندرونی استعدادوں اور قلبی کیفیات کا گہر امطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ انسان کو بدی و بے حیائی سے روکنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ اول خود اس کا نفس جسے عام طور پر ضمیر کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوم جس شخص کا یہ نفس لوامہ بسبب برائیوں کی کثرت کے مردہ ہو چکا ہو۔ اسے دنیا کی لعن طعن کا خوف ہوگا لیکن ایسے شخص کو اگر معلوم ہو کہ دنیا میں مجھے لعن طعن کرنے والا کوئی نہیں۔ تو برائی اور بدکاری اس قدر بڑھ جائے جس کی کوئی حد نہ رہے پس اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ہماری قلبی کیفیات اور اندرونی حسیات کے اقتضاء کو پورا کرتے ہوئے ہم پر فرض کر دیا گیا۔ کہ ہم ایک دوسرے کو محبت بھرے الفاظ سے نصیحت کرتے رہا کریں اور نیک اعمال کا راغب بناتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ والعصر میں بالحق بہت بڑے خسارہ سے بچنے کیلئے ایمان۔ عمل صالح کے علاوہ تواصو کی بھی شرط لگائی ہے۔ اور مسلمانوں کا تو فرض منصبی یہی قرار دیا گیا ہے کہ تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر گویا مسلمان اسی غرض کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

پس جاننا چاہیئے کہ اگر کسی قوم کے افراد میں یہ سہل انگاری رونما ہو گئی ہو۔ کہ ایک دوسرے کی غلطی پر اسے علیحدگی میں توجہ نہ دلائی جائے تو بدی بڑھتے بڑھتے اس قوم کی تباہی کا باعث ہو جاتی ہے ان تمام آفتوں سے بچانے اور مسلمانوں کو واضح شاہراہ پر چلانے کیلئے حضور نے ایک چھوٹے سے جملہ میں کیسے لطیف پیرایہ میں ایک دوسرے کی اصلاح و نصیحت کی تلقین فرمائی۔ مگر ایسی طرز پر کہ ناصح کیلئے بھی احتیاط کا باعث ہو۔ اور جسے نصیحت کیجاتی ہے۔ اس کیلئے بھی نصیحت حاصل کرنے کا باعث ہو۔

(۲) دوسرے معنی کی رو سے "المسلم" میں الف لام عہدی ہے یعنی وہ خاص مسلم جو اپنے آپ کو اول المسلمین اور اول المومنین کہتا ہے اور فی الحقیقت وہی پہلا مسلم ہے۔ کہ جس نے دنیا میں اسلام کو پھیلایا اور دیگر مسلمان پیدا کئے۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہ وجود باجود ہر ایک مسلمان کیلئے آئینہ کا رہے۔ (دوسرے المسلم سے ہر ایک مسلمان شخص مراد ہے) ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنی شکل محمدی آئینہ میں دیکھتا رہے۔ اور اپنی کمزوریوں کو دور کرے۔ اس معنے کی رو سے گویا یہ فقرہ قرآن پاک کی آیت لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ کا ترجمہ ہے۔

تیسرے معنی کی رو سے پہلے لفظ "المسلم" میں الف لام استغراق کا ہے اور ہر ایک مسلمان مراد ہے۔ اور دوسرے لفظ "المسلم" میں الف لام عہدی ہے۔ اور ایک مخصوص مسلم مراد ہے یعنی حضرت نبی کریم صلعم کا وجود باجود کہ ہر ایک مسلمان شخص کو حضرت نبی کریم صلعم کی نورانی شکل کا آئینہ بننا چاہیئے۔ اور ہر وقت دیکھتے رہنا چاہیئے۔ کہ کوئی قول و فعل یا حرکت و سکون ایسا تو نہیں جس کیوجہ سے اس نورانی شکل کی جھلک دنیا کو پوری پوری دکھائی نہ دیتی ہو۔ کوئی خلق تو ایسا نہیں کہ جس کیوجہ سے دنیا میں میری ذات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس چشمہ کے متعلق لوگوں میں بدگمانی پھیلتی ہو۔ اور وہ اسلام سے متنفر ہو رہے ہوں۔ ہر کامل الفن اپنے فن کی اشاعت پسند کرتا ہے نئی سکیم بنانے والا ہر شخص اس بات کا متمنی ہوتا ہے۔ کہ آنے والی نسلیں اس سکیم پر کاربند ہوں۔ خاندان کا ہر مورث اعلیٰ اس امر کی خواہش رکھتا ہے۔ کہ اس کی اولاد اس کے اوصاف حمیدہ اور کارہائے نمایاں میں اس کی جانشین ہو ایسے ہی ہر مصلح و ہادی کی بھی آرزو ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی میں جن روحانیات کو پھیلانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان کی اشاعت کریں پس اس فطرتی تقاضا کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم نے بھی ہر مسلمان سے اپنا پورا نائب بننے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

وید اور ہندو بزرگ

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور۔ سابق سردار سورن سنگھ)

مکرم جناب شیخ صاحب کا مضمون امید ہے نہایت دلچسپی اور مسرت کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ چونکہ جناب شیخ صاحب بفضل خدا ایک اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔ اس لئے میں ان اصحاب سے جو ایسے اخبار کے خریدار نہیں بزور کہوں گا۔ کہ وہ ضرور اس کے خریدار بنیں۔ تاکہ اسی قسم کے اعلیٰ مضامین سے باقاعدہ اور مسلسل مستفیض ہوتے رہیں۔ اخبار "نور" مہینہ میں دو بار باقاعدہ شائع ہو رہا ہے اور اسلام کی شاندار خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ احباب کو اس کے مطالعہ سے ضرور مستفیض ہونا چاہیئے + ایڈیٹر

ہمارے آریہ دوست یہ کہتے تھکتے نہیں کہ دنیا میں اگر کوئی الہامی کتاب ہے تو وہ وید مقدس ہی ہے۔ اور اگر کوئی کتاب ست ودیاؤں کا بھنڈار (صداقت کا خزانہ) ہے تو وید مقدس ہی ہے۔ ہمیں آریوں کے اس کہنے پر برا نہیں منانا چاہیئے کیونکہ جو کوئی بھی کسی کتاب کو الہامی مانتا ہے اس پر اس کے عقیدہ کا راسخ ہونا ایک ضروری بات ہے۔ اور پھر اس کتاب پر ایمان لانے کے لئے دوسروں کو دعوت دینا بھی ایک فطرتی تقاضا ہے۔

جہاں آریہ سماج کا یہ فرض ہے کہ وہ وید مقدس پر ایمان لانے کے لئے اوروں کو دعوت دے۔ اس پر عمل کرنے کی تلقین کرے۔ اور یہ یقین رکھے کہ وید کی تعلیم سب تعلیموں سے اعلےٰ ہے۔ وہاں اوروں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ پکشپات اور ضد سے الگ ہو کر وید مقدس کی جانچ پڑتال کریں۔ کہ اس کے متعلق آریہ سماج کا دعویٰ کہاں تک صداقت پر مبنی ہے۔ جب ہم اس خیال کو لے کر وید مقدس کی پڑتال کرتے ہیں۔ تو اور تو اور خود ہندو بزرگوں کی رائے ہی ویدوں کے لئے دگرگوں پاتے ہیں +

گوسائیں تلسی داس جی۔ ہندو بزرگوں میں گوسائیں تلسی داس جی کا رتبہ بہت بلند ہے۔ انکی بنائی ہوئی کتاب رامائن اس قدر مقبول عام ہے کہ ہندو لوگ عموماً صبح و شام اپنے مندروں میں اسکی کتھا کرنا اپنے لئے باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ اور تو اور۔ پچھلے ہی دنوں جناب پنڈت مدن موہن مالوی جی نے شدھ ہونے والے لوگوں کو یہ اوپدیش دیا تھا۔ کہ وہ گیتا پڑھا کریں۔ اور رامائن پڑھا کریں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ہندو صاحبان میں اس رامائن کا پایہ کس قدر بلند ہے۔ اسی رامائن کے مصنف جناب گوسائیں تلسی داس جی رامائن بال کانڈ میں فرماتے ہیں:۔

چرت سندھ گرجا رمن وید نہ پاویں بار
برنوں تلسی داس کم ات مت مند گوار

مطلب یہ کہ اور تو اور شوجی اور پاربتی تک کی تعریف تو وید کر نہیں سکتے۔ الہامی کہنا یا ماننا تو الگ رہا +

شری کرشن جی مہاراج۔ شری کرشن جی مہاراج کا جو رتبہ ہندو دنیا میں ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ آپ اپنی مشہور عالم کتاب گیتا میں ارجن کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں

"اے ارجن تینوں ویدوں کو تیاگ کر کے میری طرف آ جا۔ کیونکہ تینوں ویدوں کی تعلیم جو تینوں گنوں ..... سے پیدا ہوتی ہے اور میں اس سے بلند ہوں"

شری گورونانک دیوجی مہاراج۔ شری گورونانک دیوجی مہاراج کی ذات گرامی کا پایہ ہندو دنیا میں کس قدر بلند ہے۔ اسکے متعلق صرف یہی کہدینا کافی ہوگا۔ کہ ڈاکٹر گوکل چند صاحب نورنگ ایم اے جو ایک راسخ الاعتقاد آریہ ہیں انہوں نے نومبر ۱۹۱۴ء کے لائل گزٹ (شیر پنجاب) میں شری گورونانک دیوجی مہاراج کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ شنکر اچاریہ کے بعد جس قدر ہادیان مذاہب اس ملک میں ہو گذرے ہیں ان میں سب سے بلند پایہ شری گورونانک صاحب کا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قدر بلند پایہ بزرگ کی گواہی ویدوں کے متعلق کیا ہے۔ سو شری گورونانک صاحب فرماتے ہیں:۔

بڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چیت نہ آوئی نہ پہنچ گھر ہوے واس

مطلب یہ کہ بڑے بڑے پنڈت اور منی بھی ویدوں کو پڑھ کر تھک گئے۔ مگر خدا کی یاد اور نجات کی تلاش میں ہی رہے +

ایشور اور ویدوں کے نہ ماننے والے آریہ۔ یہ تو تینے ہندوؤں کے ان بزرگوں کی شہادتیں پیش کی ہیں۔ جنہیں گذرے صدیاں گذر گئیں۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ آریہ یا ہندو صاحبان وید مقدس کے متعلق اپنی کیا رائے رکھتے ہیں۔ ستیہ دھرم پرچارک کے ایڈیٹر آنجہانی سوامی شردھانند صاحب اپنے اس پرچہ کے ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کے اشو میں لکھتے ہیں:۔

"ہم بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنے والوں سے واقف ہیں جو یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔ کہ ویدوں پر بیوقوف یقین کرتے ہیں اور وودوانوں یعنی عالموں کے لئے کوئی چیز نہیں ویدوں کا ماننا عام لوگوں کے لئے ہے مگر ہم تو آریہ سماج کو کام کرنے والی سوسائٹی سمجھ کر اسکے سبھاسد (ممبر) ہوئے ہیں۔ جو لوگ سپنسر اور بریڈلا کی زبان جاننے والے ہیں بھلا وہ خدا کو کیسے مان سکتے ہیں"

الفاظ اس قدر واضح اور مطلب ایسا صاف ہے کہ اس پر ہماری کسی تشریح کی ضرورت نہیں +

بنگالیوں کی رائے۔ صوبہ بنگال تعلیم میں جس قدر پیش پیش ہے اسے سب جانتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسے تعلیم یافتہ گروہ پر ویدوں کا کیا اثر ہوا۔ اور وہ ویدوں کے متعلق اپنی کیا رائے رکھتے ہیں۔ ۲۱ جولائی ۱۹۲۷ء کے آریہ گزٹ میں اس کے ایک بنگالی نامہ نگار لکھتے ہیں:۔

"بابو کالی ناتھ رائے (آپ ٹربیون لاہور کے ایڈیٹر ہیں) نے بھی اپنے خیالات کچھ دن ہوئے اس مضمون پر ظاہر کئے تھے ایک سبب انہوں نے یہ بتایا تھا۔ کہ آریہ سماج کا پیغام ہے پھر ویدوں کیطرف اور بنگالی اتنے تعلیم یافتہ ہیں کہ وہ آگے بڑھنا پسند کرتے ہیں پیچھے جانا نہیں"

پچھلے دنوں ڈاکٹر مونجے نے نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا تھا کہ بنگال بڑی تیزی سے مسلمان ہو رہا ہے۔ اور اگر رفتار کی یہی حالت رہی تو کچھ تعجب نہیں کہ بنگال بھی دوسرا کشمیر بنجائے۔ بنگالیوں کا نہایت تیزی سے اسلام قبول کرتے جانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جہاں وید مقدس بقول بابو کالی ناتھ رائے یہ تعلیم دیتا ہے کہ پھر پیچھے کی طرف وہاں بقول ڈاکٹر مونجے اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن مجید یہ کہتا ہے آگے کی طرف:۔

باوجود ان حالات کے پھر بھی آریہ صاحبان جس جوش و خروش اور آمادگی کے ساتھ لوگوں کو ویدوں کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس سے ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر اپنی حالت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کہ ہم نے پیارے قرآن مجید کی پاک اور مطہر تعلیم کو اوروں تک پہنچانے کے فرض کو کہاں تک ادا کیا۔ قرآن مجید اپنے اندر اس قدر معرفت کا خزانہ رکھتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن حمید دین و دنیا کے حسنات کا واحد مخزن ہے تو یہ عین مناسب ہوگا۔ اور ہر ایک معقول پسند جس نے بھی خالی الذہن ہو کر قرآن پاک کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اسی نتیجہ پر پہنچا ہے۔ چنانچہ شری گورونانک دیوجی مہاراج فرماتے ہیں:

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کہن
تس وچہ پند نصیحتاں سن کر کرو یقین

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

کل پروان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

اگر ہم قرآن پاک کی تعلیم اہل ہند تک پہنچاتے تو آج ایک بھی غیر مسلم دکھائی نہ دیتا۔ اور سب قرآن پاک کے حسنات سے مالامال ہوئے ہوتے۔ مسلمانوں کو ہندوستان میں وارد ہوئے کسی صورت میں آٹھ نو سو سال سے کم نہیں ہوئے۔ اور اس اثنا میں ہندوستان پر انکی عالمگیر حکومت بھی رہی۔ مگر سستی کا یہ عالم۔ کہ باوجود صدہا سالہ ایک ملک میں بود و باش رکھنے کے آج تک قرآن پاک کا ہندوؤں کی زبان میں ترجمہ شائع نہ کر سکے

خاکسار ایڈیٹر نور نے بڑی جانفشانی اور سالہا سال کی رات دن کی محنت سے قرآن پاک کا گورمکھی ترجمہ کیا ہے۔ اگر با لفصد درد مند بھی پیشگی قیمت دینے والے پیدا ہو جائیں۔ تو یہ پاک ترجمہ جو ہندوستان میں اپنی پہلی نذیر ہے۔ تین ماہ کے اندر اندر چھپکر دوستوں کے ہاتھوں میں پہنچ سکتا ہے۔ میں اس کار خیر کے لئے اپنا مکان تک فروخت کرنے کے لئے اعلان کر چکا ہوں مگر اس طرح بھی ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ اگر ہم ہندوستان کو جلد سے جلد مسلمان دیکھنے کے متمنی ہیں تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم جلد سے جلد قرآن پاک کا ترجمہ ہندوؤں کی مختلف زبانوں میں چھپوا کر بکثرت شائع کریں۔ قرآن مجید کی خدمت سے بڑھ کر دنیا میں اور کونسا کار خیر ہوگا۔ اللہ ہم کو توفیق دے۔ آمین

الفضل

(از شیخ احسان علی صاحب قادیان)

(۱) دل کا سہارا آنکھوں کا تارا
راحت جاں "الفضل" ہمارا

(۲) حق کی صدا کا ہے نقارہ
روح و رواں ایماں کا سہارا

(۳) فضل عمر کے نام پہ ہے یہ
بھاتا ہے دل کو پیارے کا پیارا

(۴) اس کی ضیا میں اس کی فضا میں
نور نبی ہے جلوہ آرا

(۵) علمی خزانے مخفی ہیں اس میں
نور مجسم ہے یہ سارا

(۶) خضر راہ ہدایت یہ ہے
بھولے بھٹکوں کا ہے سہارا

(۷) اس کی اشاعت حق کی اشاعت
اس سے کنارا حق سے کنارا

(۸) انجم صفت اخبار جہاں کے
لیکن ہے یہ ایک مہ پارا

(۹) چڑھا یہ اس بستی سے سورج
جس میں خدا نے نبی اُتارا

(۱۰) احسان کی مولا سے یہ دعا ہے
ہو "الفضل" جہاں کا پیارا

عورتیں اسلام کی اشاعت و حفاظت کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہیں

(از محترمہ مریم بیگم صاحبہ اہلیہ جناب حافظ روشن علی صاحب)

زمانۂ حال میں جبکہ مصائب و آلام کے گھٹا ٹوپ سیاہ بادل ہمارے سروں پر چھائے ہوئے ہیں۔ انکی دہشتناک کڑک اور گرج سے ہمارے دل دہلے جا رہے ہیں۔ گمراہی و ضلالت کی تاریکی ہر جانب چھا رہی ہے۔ اور طرح طرح کے آتش فشاں پہاڑ ہم پر پھٹے پڑتے ہیں۔ اسلام کی ناؤ جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے خون بہا کر تیار کیا تھا سخت منجدھار میں آگئی ہے اس کے چاروں طرف تاریکی چھا رہی ہے۔ بڑے بڑے خونخوار نگرمچھ اس پر حملہ آور ہیں۔ اور دیگر مذاہب کے تلاطم کی امواج کے تھپیڑے کشتی کو زور زور سے ہلا رہے ہیں۔ آہ اس خطرناک آندھی کی وجہ سے خود کشتی کے اندر بھی ایک ہل چل سی ہو رہی ہے۔ دشمن گھات میں ہے اور دیکھ رہا ہے کہ کشتی کب ڈوبتی ہے۔ اور کشتی پکار پکار کر آوازے دے رہی ہے کہ کیا کوئی اس زمانہ میں بھی ہے جو مجھے نکالنے کے لئے اپنی جان و مال مجھ پر نثار کرنے کے لئے تیار ہو۔ اے طبقہ مسلمات تعلیم یافتہ ایسی نازک حالت میں ہمارا اپنے فرائض سے غافل ہو جانا اپنے ہاتھوں کشتی کو ڈبو دینا ہے۔ بھلا وہ گاڑی کسی کام کی نہیں ہوتی۔ جس کا ایک پہیہ تو خوب مضبوط اور صاف ہو۔ اور دوسرا شکستہ و زنگ آلود۔ گاڑی تبھی اپنی رفتار میں تیز ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ہر دو پہیئے خوب مصفا اور درست ہوں۔ دیکھئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویاں یعنی صحابیات نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے بڑے بڑے مصائب و مشقتیں برداشت کیں انہوں نے صحرا اور ریگستانوں کے سفر کئے۔ وہ جنگوں میں شریک ہوئیں۔ انہوں نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ یہ سب کچھ انہوں نے کیوں کیا۔ اس لئے کہ وہ بیدار تھیں۔ انہوں نے اسلام کو زندہ رکھنا چاہا۔ اور کہا کہ ہم مرتی ہیں تو مریں۔ ہمارے آسائش و آرام جاتے ہیں تو جائیں۔ ہم تباہ و برباد ہوتی ہیں تو ہوں۔ لیکن ہم اسلام کی ہستی کو دنیا سے مٹنے نہیں دینگی یہ ان میں سپرٹ تھی۔ یہ ان میں خدا کے لئے جوش تھا۔ جو ان کے ایمانوں کو مضبوط کر کے ان کے اندر فدائیت کا مادہ پیدا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے مردوں کے ساتھ اسلام کی خاطر ہر قسم کی امداد دینے کے لئے مستعد ہوتی تھیں۔ ہم میں بھی ایسی ہی سپرٹ چاہیئے۔ ایسی ہی روح چاہیئے۔ ایسا ہی جوش چاہیئے۔ جس کے باعث ہم بھی صحابیات کے قدم بقدم چل کر اسلام کو زندہ رکھنے والی۔ اور اس کا جھنڈا بلند کرنیوالی ثابت ہوں۔ ہمارا پردہ جس کو عدو اسلام بڑا ظلم تصور کرتا ہے ہماری تبلیغ میں سدّ راہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولاً معروفا ؁

چاہیئے کہ تعلیم یافتہ بہنیں تبلیغ کے میدان میں اسلام کے عروج کے لئے اپنی تقاریر۔ وعظ و نصائح۔ اور مضمون نگاری سے مردوں کی ممد و معاون ہوں۔ کیونکہ اشاعت اسلام کا جس طرح مردوں پر خدا کی طرف سے حکم عائد ہے۔ اسی طرح عورتوں پر بھی عائد ہے یہ بالکل عبث خیال ہے کہ پردہ دار عورت اسلام کی ترقی کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ سب کچھ کر سکتی ہے بشرطیکہ صبر و ہمت و استقلال ہو۔ ناکامی کو دیکھ کر ڈر جانا بے ہمتی ہے در اصل ناکامی ہی کامیابی کی کلید ہوتی ہے۔ اگر دنیا میں تکالیف مصائب نہ ہوتے۔ تو صبر و استقلال انسان کے وجود میں نشو و نما کس طرح پاتا۔ ایک مسلمان عورت جس کے دل میں اسلام کی محبت ہو۔ اس کی تڑپ ہو۔ اسلام اس کا سرور ہو۔ اسلام اس کی آنکھوں کا نور ہو۔ اس کے قلب و صدر کی ٹھنڈک ہو۔ اس کے لئے کہاں ممکن ہے کہ شدھی کے جال میں عورتوں اور بچوں کو پھنسے دیکھ کر چین کی نیند سوئے۔ جب اسلام ہی ہمارا امن و چین ہے اسلام ہی ہماری زیب و زینت ہے تو پھر اسلام کو ترقی دینے اور اس کی حفاظت کرنے کے لئے کیوں کوشش نہ کی جائے کیا زمانہ ماضی کی عورتیں۔ عورتیں نہ تھیں۔ جن کی خدمات اور کارنامے سورج کی طرح تاریخ اسلام ہمارے سامنے پیش کر رہی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورت ہی تھیں جنہوں نے اپنا تمام مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ تا اس کو دین کے راستہ میں خرچ کریں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عورت ہی تھیں۔ جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ عائشہ سے نصف دین سیکھو۔ پھر خولہ ایک عورت ہی تھی۔ جس نے ایک جنگ میں مردوں کے پاؤں اکھڑ جانے کے وقت عورتوں کے ذریعہ سے دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جبکہ مسلمانوں کا بیسائیوں کے ایک کثیر التعداد لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا جس میں قریبا

ایک مسلمان کے بالمقابل ۲۰ عیسائی تھے۔ اس وقت جب مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ تو خولہ نے اپنی ساتھی عورتوں سے کہا۔ یہ مرد ہو کر دشمن کے مقابلہ سے ہٹ رہے ہیں۔ آؤ ہم عورتیں ہو کر انہیں سبق دیں۔ یہ کہکر انہوں نے خیموں کی چوبیں نکال لیں۔ اور صف باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور مسلمانوں کے گھوڑوں کو لاٹھیاں مار مار کر واپس لوٹا دیا۔ پھر ہندہ ایک عورت ہی تھی۔ جس نے اپنے خاوند کو ایک موقع پر بھاگتے دیکھ کر کہا۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ کفر کے زمانہ میں تو اسلام کا بڑے زور سے مقابلہ کرتا رہا۔ اور اب پیٹھ دکھاتا ہے۔ ایسی کئی عورتیں تھیں۔ جنہوں نے اپنے اقوال اور افعال سے بڑے بڑے معرکوں میں اپنی بہادری اور دلیری کا ثبوت دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحابہؓ کئی ایسے مسائل آکر دریافت کرتے۔ جن میں انہیں مشکلات پیش آتے اور قرآن کریم کی تفسیر کے متعلق ان کی طرف رجوع کرتے۔ پھر بعض عورتیں ایسی بھی گزری ہیں جو درمیان میں پردہ لٹکا کر مردوں کو پڑھاتی تھیں۔ جیسے کریمہ رحمتہ اللہ علیہا جو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی شاگرد تھیں۔ ان سے لوگ بخاری شریف کا درس حاصل کرتے تھے۔

پس جب یہ امر مسلمہ ہے کہ قرون اولیٰ کی عورتوں نے حدود شریعت کے اندر رہ کر اسلام کو ترقی دینے میں مردوں کے ساتھ مساوات دکھائی ہے۔ تو پھر کیا زمانہ حال کی عورتیں ایسی نکمی ہو سکتی ہیں۔ جو قرون اولیٰ کے واقعات کو تازہ نہ کریں۔ اور خدا داد طاقتوں سے استفادہ نہ حاصل کرتے ہوئے ناکارہ رہنے اور تساہل کا بار اپنے اوپر لے لیں۔ میں تعلیم یافتہ طبقہ کو مدنظر رکھ کر کہتی ہوں ہمیں نکما رہنا گوارا نہیں۔ ہم انشاء اللہ القدیر اسلام کی ترقی کے لئے دنیا میں وہ کام کرکے دکھائینگی۔ کہ لوگ کہہ اٹھینگے قرون اولیٰ کی مثال اس زمانہ میں بھی پائی جاتی ہے:-

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جان ز تن بر آید

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا گیا ہے۔ جس طرح اس وقت اسلام پر مشکلات و مصائب کے دن تھے۔ اس طرح اب بھی ہیں۔ جس طرح اس وقت بڑی بڑی خدمات کرنے والی اسلام کی فدائی خواتین کی ضرورت تھی۔ اسی طرح اس وقت بھی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہم تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے لئے ہم دروازے کھول دیتے ہیں۔ وہ مرد و عورتیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کوشش کی۔ اسلام کی خاطر گھر سے بے گھر ہو گئے۔ مال و جان کو خدا کی راہ میں لگا دیا۔ اپنے خیالات اور عزیز رشتہ داروں۔ وطن غرضکہ ہر ایک محبوب سے محبوب چیز کو قربان کر دیا ان کو دین میں بڑے بڑے مدارج حاصل ہو گئے۔ اور دنیا میں بھی بڑے بڑے انعام مل گئے۔ آج بھی اگر عورتیں اسلام کی ترقی کے لئے مردوں کے ساتھ مل کر نہیں بلکہ ان سے بھی آگے بڑھ کر اور ان کو اپنے ساتھ کھینچ کر کام کرکے دکھائیں۔ پہلے خود دین سیکھیں اور عمل کرکے دکھائیں۔ دوسروں کو سمجھاتے اور عمل کرانے کی کوشش کریں۔ پیارے اسلام کے مقابلہ میں ہر چیز کو بالکل لاشے سمجھیں۔ تو آج بھی قرون اولیٰ کی عورتوں کی طرح ہی بن سکتی ہیں۔ اذا عزم الامر وضح اللیل۔ جب انسان عزم بالجزم کرلے تو اس کے لئے خدا کی طرف سے بھی راستہ کھل جاتا ہے۔ میری ناخواندہ بہنیں بھی اپنے دل میں ہراساں مت ہوں۔ جس طرح اسلام کو علمی ترقی دینے والیوں کی ضرورت ہے اسی طرح مالی ترقی دینے والیوں کی بھی اسلام کو ضرورت ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے چمڑے رنگ کر مساکین کی پرورش کرتی تھیں۔ اسی لئے ام المساکین کہلاتی تھیں۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ناخواندہ عورتیں کشیدہ کاڑھنے اور سینے پرونے میں خوب ماہر ہوتی ہیں۔ اگر وہ ہمت کرکے اسلام کی ترقی میں مالی امداد دینے کی کوشش کریں۔ تو میرے خیال میں وہ خواندہ طبقہ سے سبقت لے جائیں۔ اور اگر دونوں طبقات کی عورتیں خواندہ اور ناخواندہ عزم بالجزم کرکے اپنے مردوں کے ساتھ اشاعت و حفاظت اسلام میں شریک ہو جائیں تو خدا کے فضل کے ساتھ ہی ہمارا اسلام جو ہمارا سنگار اور ہماری گنج زینت ہے اتنی بڑی مضبوط چٹان کی طرح ہو جائے۔ جس پر سخت سے سخت امواج کے تھپیڑے کچھ اثر نہ کر سکیں۔ بلکہ جو اس پر گرے وہ خود چکنا چور ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض منصبی سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

(آمین)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال تک آپ کے خاندان پر کبھی دو دن متواتر ایسے نہیں آئے۔ کہ انہوں نے پیٹ بھر کر جَو کی روٹی بھی کھائی ہو۔ (بخاری)

احمدیہ لٹریچر کس شان کا ہونا چاہیئے

(از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

سلسلہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے عہدِ اشاعت میں قائم کیا ہے اور والنون والقلم کی قوت اور شوکت کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ مرسل سلطان القلم بنا کر ہم میں نازل کیا۔ اس کے عہد کو واذا الصحف نشرت کا عہد فرمایا۔ ایسی حالت میں احمدی لٹریچر کی شان بہت بلند اور مفید ہونی چاہیئے۔

جماعت احمدیہ ایک علم دوست اور علم نواز جماعت کے رنگ میں علمی دنیا میں ممتاز ہونے کے لئے کھڑی ہوئی ہے چونکہ جماعت کی ضرورتیں یوماً فیوماً بڑھتی ہیں۔ اس لئے اسکے لٹریچر میں اضافہ ہونا لازمی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ آئے سال جسقدر لٹریچر کا اضافہ ہوتا ہے اسکی علمی حیثیت اور ندرت بہت کچھ قابل توجہ ہو رہی ہے۔ محض تجارتی پہلو سلسلہ کی علمی حیثیت کو ممتاز نہیں کر سکتا۔ اور نہ سلسلہ کی اقتصادی حیثیت پر کوئی مفید اثر ڈال سکتا ہے۔ ہمارے ہاں دو قسم کا لٹریچر تیار ہوتا ہے ایک وہ جو سلسلہ کے صیغہ تالیف و تصنیف کیطرف سے آتا ہے۔ دوسرا جو آزادانہ طور پر ہر شخص پیش کر سکتا ہے۔ سلسلہ کے ایک مقررہ محکمہ یا صیغہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کا کتابیں لکھنا اور شائع کرنا جماعت کی علمی حیثیت اور علمی دلچسپی اور شوق کی دلیل ہے اور اصولی طور پر اس قسم کے لٹریچر کی جسقدر حوصلہ افزائی کی جائے کم ہے۔ اور میں اسے نہایت ضروری سمجھتا ہوں وقت آجائے گا کہ وسائل اور اسباب کے مہیا ہو جانے پر اور سلسلہ کے خزانہ میں کافی گنجائش نکل آنے پر بہترین کتابوں کے لئے انعامات دیئے جائینگے۔ اور بہترین مصنفوں کی حوصلہ افزائی کی جائیگی لیکن ابھی سلسلہ اپنے مالی حالات میں ان مشکل گھاٹیوں سے گذر رہا ہے جو ایسے الٰہی سلسلوں کے لئے مقدر اور لازمی ہوا کرتی ہیں۔

جہاں میں آزاد تالیف و تصنیف کا بیحد حامی اور اسکی سلسلہ کی علمی حیثیت کے ممتاز کرنے کیلئے ضرورت سمجھتا ہوں وہاں اسکی بھی ضرورت سمجھتا ہوں کہ سلسلہ میں بہترین ریویو نگار پیدا ہوں تاکہ وہ بہترین تالیفات کے لئے راہ صاف کر سکیں اور صرف مفید اور ضروری لٹریچر اشاعت پا سکے اس وقت تک ریویو نگار ہماری جماعت میں نہیں ہیں اگر کوئی ہے تو مجھے اس کا علم نہیں۔ ولایت میں اخبارات ریویو کے لئے اپنے سٹاف میں جدا ایڈیٹر رکھتے ہیں۔ اور بعض

اوقات ملک کے چوٹی کے اہل قلم سے جدید الطبع کتب پر ہزاروں پونڈ دیکر مضمون لکھواتے ہیں تاکہ ملک میں بہترین اہل قلم اور بہترین کتابیں مہیا ہوں +

میں اس ضرورت پر زیادہ بحث نہ کرتے ہوئے اب اپنے لٹریچر پر ایک ریولو کرتا ہوں۔ میں خود بھی کتابیں لکھتا ہوں اور لکھی ہیں اور میں انہیں پبلک میں آزاد نکتہ چینی کے لئے بڑی خوشی سے رکھ دیتا ہوں۔ لوگ ان پر جس طرح چاہیں بحث کریں + اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات جو میں کہنی چاہتا ہوں وہ قیمتوں کا سوال ہے۔ مینے ہمیشہ اس سے اختلاف کیا ہے اور اکو نہایت مکروہ سمجھا ہے کہ حقائق پسند قوم سپاہی اور کاغذ کی قیمت کا اندازہ کرنے میں اپنا وقت صرف کرے۔ بیشک کتابوں کی قیمتوں کا کوئی اصول ہو مگر یہ ناشر اور مؤلف پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ کبھی یہ بحث آنی ہی نہیں چاہیئے۔ میں اسے بہت گری ہوئی بات سمجھتا ہوں۔ اگر ایک ضروری اور مفید رسالہ یا کتاب کے لئے زیادہ سے زیادہ قیمت بھی دیجائے تو میں اسے سستا سمجھتا ہوں۔ پس ناشران کتب اور مؤلفین کے حق میں میں اس سوال کا فیصلہ کرتا ہوں کہ کتابوں کی قیمت کا سوال کبھی اٹھانا نہیں چاہیئے۔ میرے نزدیک اس کا اہم پہلو دوسرا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کیا ہم جو لٹریچر چھپا کرتے ہیں وہ سلسلہ کے لئے اسکی علمی حیثیت اور ضرورت کے لحاظ سے اس قابل ہے۔ کہ ہم اسکی حوصلہ افزائی کریں؟ اور موجودہ صورت میں ہم کسی لٹریچر کا اضافہ کر رہے ہیں یا نہیں +

میں ایک اور امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ میری بحث صرف اس لٹریچر سے ہے جو آزادانہ طور پر شائع کیا جاتا ہے سلسلہ کے مقرر کردہ صیغہ کیطرف سے جو کچھ بھی شائع ہوا ہے میں کسی تنقید کے نیچے نہیں لاتا۔ اس لئے کہ اس میں تجارتی نقطہ خیال قطعاً مفقود ہے۔ اور وہ نہایت اہم اور بیحد محنت اور غور وفکر کا نتیجہ ہے +

آزاد لٹریچر اب تک جس قسم کا شائع کیا جا رہا ہے اس میں سے میں پنجابی لٹریچر کو مستثنیٰ کر دینا چاہتا ہوں۔ پنجابی زبان میں جسقدر لٹریچر چھپا کیا گیا ہے میں اسے قابل قدر سمجھتا ہوں اگرچہ بعض رسالوں میں عام مذاق کو مدنظر رکھا گیا ہو لیکن جماعت میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو پنجابی زبان ہی کو اپنی قومی اور ملکی زبان سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس رنگ میں سلسلہ کی جو خدمت کیگئی ہے میں اسے قابل قدر سمجھتا ہوں۔ اسکے متعلق صرف اسی قدر کہوں گا کہ اکو زیادہ مفید بنایا جائے۔ جماعت میں اتحاد کو مضبوط کرنے۔ خلافت کی روح سلسلہ یقین کرنے۔ اور نظام سلسلہ کی اطاعت۔ و دوسری ضروری باتوں پر چھوٹے چھوٹے رسالے شائع ہوں

باقی لٹریچر جو اب تک چھپا کیا گیا ہے یا ہر سال کیا جاتا ہے اس میں کسی جدید تالیف کیطرف بہت کم توجہ ہوتی ہے۔ اخبارات یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے کانٹ چھانٹ کرکے ایک رسالہ یا کتاب شائع کر دیجاتی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو بطور ام قرار دیکر اس چشمہ سے سیراب ہو کر جدید کتابیں لکھی جاویں تو وہ جماعت اور اسلام کی ایک خدمت ہو لیکن جس حال میں کہ ان کتابوں کی اشاعت کا اثر جماعت ہی کے اموال پر پڑتا ہے تو اس قسم کی تالیفات کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں پھر نہ وہ جماعت کی علمی حیثیت کو ممتاز کرتی ہیں اور نہ جماعت میں بہترین مصنف پیدا کر سکتی ہیں +

میں اسکو بھی اخلاقی طور پر درست نہیں سمجھتا کہ دوسروں کی محنت کو چند الفاظ کے اول آخر لگا دینے سے اپنی محنت قرار دیدیا جائے۔ اور بعض صورتوں میں تو انکے نام تک کے اظہار سے مضائقہ کیا جائے +

تالیفات کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ محنت اور تحقیقات کے بعد لکھی جائیں۔ جیسے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی تالیفات خاتم النبیین اور سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں یا کس محنت اور تحقیق سے آپ نے اس سلسلہ کو لکھا ہے وہ جماعت میں تالیف و تصنیف کا ایک علم پیدا کرنے والی چیزیں ہیں۔ یا علامہ فضل الدین صاحب وکیل نے بہائی مذہب پر یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر مخالفین کے اعتراضات کا جواب لکھا ہے۔ اس محنت اور تدقیق سے جو کتابیں لکھی جاویں گی وہ نہایت ممتاز ہونگی۔ لیکن محض دوسرے کی تالیفات کو کتر بیونت کرکے ایک رسالہ کی صورت میں نئے نام سے شائع کر دینا جماعت کی بدمذاقی اور علمی کمزوری کا اظہار ہوگا۔ اور بعض وقت ان میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے +

مجھے افسوس ہے کہ میں اصولی بحث کرنی چاہتا تھا مگر چونکہ مضمون طویل ہو گیا ہے۔ اب میں نہیں چاہتا کہ اس میں اور بحث کروں میری رائے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ جو احباب اس میدان میں قدم رکھنا چاہتے ہیں وہ اپنے لئے ایک خاص موضوع تجویز کرلیں۔ اعظم گڑھ کی اکاڈمی تصانیف کا ایک کام کر رہی ہے۔ باوجود ان سے اختلاف رائے کے ان کے کام کی داد نہ دینا علمی بے انصافی ہوگی۔ اسی طرح پر ہمارے احباب کتابیں لکھیں۔ اور بجائے اخبارات کی کتر بیونت کے علمی سلیقہ اختیار کریں۔ میں ان کے سامنے ایک پروگرام رکھ دیتا ہوں۔ میرے کام کے دائرہ عمل کو وہ میرے لئے چاہیں چھوڑ دیں۔ خواہ نہ چھوڑیں۔ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن اس میں وہ تحقیق اور محنت سے کام لیں +

میں خود تو تاریخ سلسلہ اور سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام اور حالات صحابہ کو ہی مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر کسی اور کو شوق ہے تو میں خوش ہوں۔ کہ وہ کرے مگر نئی تحقیقات اور جو واقعات یا حالات میں نے شائع نہیں کئے۔ ان کے سوا پیدا کریں۔ اس کے علاوہ

۱- براہین احمدیہ کی تین سو دلائل کو پورا کریں۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اصول اور گر ہی نہیں بتایا۔ بلکہ بعد میں آنے والی سب کتب براہین کا ہی تکملہ ہیں لیکن کوئی اگر چاہے تو وہ تین سو پوری کر سکتا ہے +

۲- ام الالسنہ کے کام کو مکمل کرے +

۳- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درسی کتب کی تالیفات کا ارادہ فرمایا تھا۔ آپ نے پورا مواد اس مقصد کے لئے چھوڑا ہے ایسی کتابیں تالیف کی جائیں +

۴- اسلامیات کے متعلق ایک سلسلہ کی ضرورت ہے جو تاریخ اسلام۔ تمدن اسلام وغیرہ مختلف امور پر مستقل کتابوں کا طالب ہے +

۵- اسلامی فقہ کے مکمل کورس کی ضرورت ہے +

۶- مستورات کے لئے نصاب تعلیم لکھا جائے +

۷- اسلامی جغرافیہ مرتب ہونا چاہیئے اور یہ جغرافیہ تبلیغی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر لکھا جائے +

۸- علوم جدیدہ کی روشنی میں اسلامی علوم کو نمایاں کیا جائے +

۹- اسلامی اخلاق اور فلسفہ اسلام پر رسالے ہوں +

۱۰- عیسائیوں- آریوں- برہموؤں- دہریوں وغیرہ کے اعتراضات کا مکمل جواب بلسلہ وار ہو +

یہ دس شاخیں بڑی بڑی ہیں + مزید تفصیل کسی دوسرے وقت اگر توفیق ہوئی تو کرسکوں گا +

آخر میں میں اپنے دوستوں اور واجب الاحترام بھائیوں سے عرض کرتا ہوں۔ کہ اس پر غور کریں۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ تین تین مہینے ہم پر ایسے گذرتے تھے۔ کہ ہمارے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ کسی نے کہا۔ کہ گذارہ کس طرح ہوتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کبھی کھجوریں کھالیں۔ اور پانی پی لیا۔ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ہمسایہ انصاری تھے۔ وہ کبھی کبھی بکریوں کا دودھ بھیجا کرتے تھے۔ تو وہ دودھ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پلا دیا کرتے تھے + (بخاری)

اسلامی فرقوں میں اتحاد اور انکی زندگی

(از مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل قادیان)

—————:(۱):—————

حالات حاضرہ میں مسلمانان ہند کے لئے اتحاد باہمی کی ضرورت اظہر من الشمس حقیقت بن چکی ہے۔ آج ہندوستان کے کسی گوشہ میں کوئی ذی عقل مسلمان اس تحریک کی اہمیت سے ناواقف نہیں۔ اور نہ ہی وہ اس کی ضرورت کا انکار کرسکتا ہے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۔

یہ ایک ناقابل تردید صداقت ہے۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے بقاء اور ان کی عزت کے تحفظ کا واحد ذریعہ "اتحاد باہمی" ہے۔ دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان کی ہستی کو صفحۂ دہر سے ناپید کرنے کے لئے کمربستہ ہے۔ اور وہ ہر ممکن طریق سے ان کے استیصال کے درپے ہے۔ اگر یہی حالات رہے تو وہ وقت بالکل دروازے پر ہے۔ کہ ہندوستان میں بحیثیت مسلم کوئی متنفس نظر نہ آئے۔ اور ابنائے وطن کے منصوبے ممکن نوۃ سے حیز فعل میں آجائیں۔

ایک دردمند مسلم کے لئے یہ تاریک مستقبل موت سے زیادہ بھیانک اور زہر سے زیادہ قاتل نظر آتا ہے۔ اس تصور سے اس کی زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔ کہ ہندوستان میں اسلام کا پھولا پھلا چمن اس بے دردی سے خاک میں ملادیا جائے اور نام لیوایان رسول عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بیک بینی و دوگوش ہندوستان سے جلاوطن ہونا پڑے۔ گویا یہ خوفناک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ جس سے اس کے بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔

ان ممکن خطرات کا علاج اور دشمنان دین کی اس جدوجہد کا انسداد کیونکر ممکن ہے؟ قوم کے بہی خواہ اور بہترین دماغ والے انسان آج تک جو بصیرت افروز تحریریں شائع کرچکے ہیں۔ ان کا لب لباب یہی ہے۔ کہ آج مسلمانوں کی گراوٹ تنزل اور ابتری کا ازالہ صرف متحدانہ کوششوں پر منحصر ہے قوم کی ترقی اور بہبودی کا ذریعہ اتحاد فرقہ ہائے اسلامیہ ہے جب تک اس قوم کے پراگندہ اعضاء مجتمع نہ ہوجائیں۔ اور منتشر قوتیں ایک لائن پر نہ آجائیں۔ سب تدابیر ہیچ اور بے سود ہیں۔ وہ فوج کیونکر دشمن سے پوری اتر سکتی ہے جس میں آپس میں ہی کشمکش زوروں پر ہو۔ اور ان کی کوششیں بے آئین و بے ترتیب۔ دشمن کو اس حریف سے کیا خوف ہوسکتا ہے۔ جس کے گھر میں تشتت و تفریق خیمہ زن ہو۔ اور نفاق وشقاق کا کیڑا اس کی اتحادی قوت کو کھوکھلا کرچکا ہو۔ انہی حالات یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کی زندگی کا واحد ذریعہ حالات حاضرہ میں "اتحاد" ہے۔

ان سطور میں جس اتحاد اور وحدت نظام کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ بے شک اس کا انتہائی نقطہ تو تفریق سے کلی اجتناب ہے۔ لیکن چونکہ یہ بات فی الفور حاصل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہے اور ادھر حالات اس سرعت سے بدل رہے ہیں۔ کہ ایک ایک منٹ کی دیر مسلمانوں کی ترقی کو اور پیچھے ڈال رہی ہے نیز دشمنان اسلام نے اس کارزار میں کسی خاص فرقہ کو مقابل پر نہیں رکھا۔ بلکہ اس عمارت کو گرانے کی وہ سعی کررہے ہیں۔ جس کی حفاظت کا دعوٰی ہر مسلم کو ہے۔ پس یہ اتحاد کیا ہے۔ گویا تمام مسلمان کہلانے والوں کو ان کے اپنے مسلمہ فرائض کی ادائیگی کے لئے دعوت عمل ہے۔ اور ان کے قومی اور سیاسی وقار کو بڑھانے کے لئے سلک وحدت میں منسلک ہونے کی تلقین۔ اس اتحاد کا یہ مفہوم نہیں۔ کہ کسی فرقہ سے اس کے خصوصی عقائد کو ترک کرایا جائے۔ یہ صرف اتحاد عمل ہے اور وہ بھی امور مشترکہ میں۔

چونکہ اب اتحاد مسلمانوں میں سے عنقا ہوچکا ہے اور اس قابل قدر نعمت کو وہ اپنے ہاتھوں ضائع کرچکے ہیں۔ اس لئے اغیار کی نظر میں وہ بالکل گرچکے ہیں۔ وہ مسلمان جن کی سطوت و جبروت کا لوہا تمام عالم تسلیم کرچکا ہے۔ اور یورپ کو جن کی طاقت و جمعیت سے ہمیشہ خطرہ محسوس ہوتا رہا ہے۔ ان کے متعلق حال ہی میں "لنڈن ویکلی" کے ایڈیٹر نے کہیں لکھ دیا۔ کہ مسلمان قوموں کے اتحاد سے یورپ کو خطرہ ہے۔ اس پر جھٹ مسٹر کنتھ ولسین نے ایک طویل مضمون شائع کرایا۔ کہ یہ خطرہ محض بے بنیاد ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو آج آپس کی خانہ جنگیوں سے ہی فرصت نہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"تشتت و تفریق کے علاوہ ترقی یافتہ مسلم قوموں کی رفتار اس وقت قومیت کے رخ ہے۔ نہ کہ بین الاسلامی رخ پر۔ اور اس سے برطانوی ملوکیت کو کوئی خطرہ نہیں۔ پھر ذرا مختلف اسلامی ملکوں کی موجودہ حالت کا تو مطالعہ کیجئے۔ ہندوستان جہاں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی ہے وہاں صرف سنی شیعہ ہی کی تفریق قائم نہیں۔ بلکہ مقامات مقدسہ میں نجدیوں کے تسلط سے ایک دوسری تفریق قائم ہوگئی ہے۔ ایران جو تمام تر شیعہ ہے۔ اور عراق جو ایک حد تک شیعہ ہے۔ ان کی بین الاسلامی دلچسپی اس سے ظاہر ہے۔ کہ پچھلے سال کی مؤتمر مکہ میں ان کا ایک بھی نمائندہ شریک نہیں ہوا۔ ترکی۔ افغانستان اور مصر میں ایک حد تک قدرتی ہمدردی ہے۔ لیکن کسی مقصد کے لئے اتحاد عمل ان میں بھی ممکن نہیں۔۔۔ حال میں سوویٹ حکومت نے ترکی۔ ایرانی۔ افغانی و روسی اسلامی حکومتوں کے اتحاد کا جو نقشہ بنایا تھا۔ اس کا کیا حشر ہوا؟ خود عرب میں جو مولد اسلام اور سرزمین حج ہے اتحاد کا شائبہ تک نہیں نظر آتا۔"

(لنڈن ویکلی ۵ مارچ ۱۹۲۷ء)

اس اقتباس سے عیاں ہے۔ کہ عدم اتحاد کے باعث اسلامی وقار کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچ چکا ہے۔ اور مسلمان حد سے زیادہ دوسروں کی نظر میں ذلیل ہوچکے ہیں۔

اسلامی شیرازہ بندی کے درہم برہم ہوجانے کے باعث مسلمانوں کی آواز بے اثر ثابت ہورہی ہے۔ ان کی سیاسی اور تمدنی حالت کی گراوٹ سے بڑھ کر آج وہ اپنے سب سے پیارے نبی (فداہ ابی و امی) کی عزت کو بھی محفوظ نہیں کرسکتے ان کی دھیمی آواز کوئی اثر نہیں پیدا کرتی۔ اور افلاقی طاقت سے منہ پھٹ آریہ باز نہیں آتے۔ اب وہ کریں تو کیا کریں اس کا ایک ہی جواب ہے۔ کہ وہ سب ایک ہوکر آواز بلند کریں اور متحدہ جدوجہد سے ایسے دریدہ دہن اشخاص کے منہ میں لگام چڑھادیں۔ جن کو بجز گالی گلوچ کے کچھ آتا ہی نہیں غرض اس اتحاد کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ تمام مسلمان کہلانے والے متفقہ طاقت سے ناموس نبوی کی حفاظت کریں اور مسلمانوں کی سیاسی و تمدنی بہبودی کا کماحقہ انتظام کریں۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کوئی بھی مسلمان ایسا ہو جو اس مقصد اعلیٰ سے اتفاق نہ کرے۔ اور ہر رنگ میں اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے پوری سعی نہ کرے۔

اس مقصد عظیم کو مدنظر رکھتے ہوئے گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کہ کوئی شخص اس مبارک آواز پر لبیک کہنے سے روگردانی کریگا۔ لیکن صد ہزار افسوس! کہ ابھی تک بعض لوگ اپنے دقیانوسی خیالات کے ماتحت اس تحریک کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک آج نازک ترین حالات میں بھی خدمت اسلام یہی ہے کہ قوم کو داخلی الجھنوں میں ہی ڈال رکھا جائے۔ اور بجائے دشمن سے برسرپیکار ہونے کے آپس میں ہی ترکش خالی کئے جائیں۔ ان کا قول ہے۔ ہم شیعہ، وہابی اور احمدیوں سے جمع نہیں ہوسکتے۔ حالانکہ اس جگہ پربانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی عزت کی حفاظت کا سوال ہے شیعیت اور احمدیت کا سوال نہیں ہے۔ ایسے لوگ خواہ وہ ہندوؤں کی خفیہ سازشوں کا شکار ہوں یا ان کا اندرونہ ہی ایسا ہو۔ بہرحال مسلمانوں کی بقاء کے سخت دشمن ہیں۔ اور ان کا وجود قوم کے لئے مہلک زہر ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کا ہاتھ اس تحریک کی پشت پناہ نہ ہوتا۔ اور مشیت ایزدی مسلمانوں کی بقاء کا فیصلہ نہ کرچکی ہوتی۔ تو ممکن تھا۔ کہ ان کے منصوبے کامیاب بھی ہوجاتے۔ مگر اب تو بجز ذلت و رسوائی

کے کچھ بھی انہیں حاصل نہ ہوگا۔ میں ایسے لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آج سے چند سال پیشتر آپ لوگ ہندوستان کی موہوم آزادی کے لئے گاندھی جی اور ہندو قوم سے متحد ہو سکتے ہیں۔ اور آپ کے مومن دل میں کفر و اسلام کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ آپ لوگ "بندے ماترم" اور "ست سری اکال" کے نعرے لگاتے ہیں۔ لیکن آج رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بچانے اور دشمنان اسلام کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے شیعوں اور احمدیوں سے ملنے میں آپ کے ایمان میں جوش آجاتا ہے۔ یہ کیسا ایمان ہے۔ کہ ہندوؤں سے اتحاد اور محض ملکی آزادی کیلئے اتحاد پر تو دب جاتا ہے لیکن کلمہ گو لوگوں سے اتحاد اور سردار کونین صلعم کی حرمت کے تحفظ کے لئے اتحاد پر مخالفت میں آجاتا ہے؟ میں سچے مسلم کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہوا کہتا ہوں کہ اگر آزادی اور رسول پاک کی عزت کا مقابلہ ہو جائے تو مسلمان اس آزادی پر ہزار لعنت بھیجیگا جس میں کہ رسول کریم صلعم کی عزت غیر محفوظ ہو۔ لیکن اگر حضور علیہ السلام کی عزت محفوظ ہو جائے اور ہمیں ہمیشہ ہمیش کے لئے غلام بننا پڑے۔ تو ایک مسلمان اس کو بڑی خوشی سے منظور کریگا۔ اور ہمارے بھائیوں نے جیل کی کوٹھریوں سے اس بات کی عملی تصدیق کر دی ہے۔ کیا قیمت ہے اس آزادی کی جس میں ہمارے نبی کی عزت آزاد نہ ہو۔ کیا حیثیت ہے اس حریت کی جس میں "حریت کے علمبردار" پر تیر برسائے جائیں۔ پس میں اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں۔ کہ ان حالات میں اور ان مقاصد کیلئے تمام مسلمان کہلانے والوں کو متحد ہو جانا چاہیئے۔ دیکھو گورنمنٹ انگلشیہ ملکی حفاظت کیلئے ہر اس شخص کو بھرتی کر لیتی ہے۔ جو اس کا اقرار کرتا ہے۔ وہ ہرگز ہندو مسلم وغیرہ کی تمیز نہیں کرتی۔ اسی طرح ہماری دانشمندی اسی بات میں ہے کہ ہم ہر اس شخص کو جو ناموس نبوی کی حفاظت کا عہد کرے۔ اپنی فوج کا کارآمد سپاہی سمجھیں۔ اور اس کی طاقت سے فائدہ حاصل کریں۔ نہ کہ اس سے جنگ شروع کر دیں۔ آج ہمارے پاس کام زیادہ ہے اور مزدور کم۔ لہٰذا ان حالات میں اتحاد کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

خدا کا شکر ہے۔ کہ یہ تحریک مقبول عام ہو چکی ہے بیسیوں مقامات پر اس کی پوری پابندی کی جا رہی ہے۔ گوجرانوالہ کے متعلق شائع ہو چکا ہے۔ کہ وہاں پر ایک جمعیۃ الانصار قائم کی گئی ہے جس میں ہر وہ شخص ممبر قرار دیا گیا ہے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہے (زمیندار ۲۴ جولائی) یہی راہ ہے جس پر تمام فرقے جمع ہو سکتے ہیں۔ اور متحدہ کوشش ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ناواقف بھائیوں کو بھی سمجھ دے تاکہ سلام کو ان کی حالت پر

مسلم عورتوں اور مردوں سے

(از محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ مانڈلے برہما)

: (۱) :

موجودہ شورش و بے چینی سے میری بہنیں بخوبی آگاہ ہیں۔ اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ہم نے بھی یہ سب حالات دیکھ سن اور پڑھ لئے۔ مگر ابھی تک میدان عمل میں ہم نہیں نکلیں۔ اور ہم نے تاحال وہ کام نہیں کیا۔ جس کا زمانہ پکار پکار کر ہم سے تقاضا کر رہا ہے۔

کیا ہم وقت کی اہمیت سے بے خبر اور نزاکت سے ناواقف ہیں؟ نہیں! پھر اس تامل اس تاخیر کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہمارے دماغوں میں یہ خام خیال بری طرح سمایا ہوا ہے۔ کہ "ہم کمزور ہیں۔ کچھ کر نہیں سکتیں" یا "اس کشاکش میں حصہ لینا مردوں کا کام ہے۔ ہم عورتیں کیا کریں" ہمیں اس بیہودہ خیال کو فوراً نکال دینا چاہیئے۔ اور اس جنگ و جدال کشمکش میں شامل ہو کر ضرور حصہ لینا چاہیئے۔ اور یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ ہم سب کچھ کر سکتی ہیں۔

ہم ابتک کافی سے زیادہ سوئیں۔ حد سے بڑھکر غفلت کی۔ انتہا کی سستی اختیار کئے رکھی۔ مگر اب بالکل اس کا وقت نہیں اب غفلت کی کینچلی کو جلد اتار پھینکنا چاہیئے۔

یہ مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلم قوم کی آدھی ترقی ہماری بیداری سے وابستہ ہے۔ اور جب تک ہم بیدار نہ ہونگی۔ اور خواب غفلت سے نہ چونکیں گی قوم کی ترقی رکی رہیگی۔ مرد کہاں تک کام کریں؟ کمائیں بھی بچوں کی تعلیم بھی انہیں کے ذمہ ہو۔ تبلیغ و اشاعت کے فرائض بھی بجا لائیں اور پھر کامیابی بھی جلد ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

بہت ہاتھ پر ہاتھ دھرے۔ اب اٹھو اور اپنا فرض پہچانو تم پر بھی اعانت و اشاعت اسلام اسی طرح واجب ہے جس طرح مردوں پر۔ تمہارے اور مردوں کے لئے جزا و سزا مختلف نہیں ایک ہی ہے۔ پھر کیوں اعمال ایک نہ ہوں۔ وہی خدا تمہارا ہے جو مردوں کا ہے۔ وہی اسلام وہی رسول وہی قرآن اور وہی امام تمہارا ہے جو انکا ہے۔ پھر ان کے اور تمہارے جہادوں میں فرق کیوں ہو؟ تم نے کیوں یہ خیال دل میں جما لیا کہ مرد ہی سب کچھ کر سکتے ہیں ہم کمزور ہیں۔ بیشک تم میں بعض کمزوریاں ہیں۔ مگر پھر بھی تم ایسے کام کر سکتی ہو۔ جو مرد نہیں کر سکتے۔ تم گھبراتی کیوں ہو۔ اور کیوں تمہیں یقین نہیں آتا۔ کہ ہم خدمت دین کے فرض کو ادا کر سکیں گی۔ نہ کر سکنے کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس میں کچھ شک ہے کہ وہی ہاتھ پاؤں آنکھیں وغیرہ تمہاری ہیں جو مردوں کی۔ پھر انہی سے کام لیکر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو تم کیوں نہ ہو سکو گی؟ ضرور ہوگی۔ صرف استقلال جرأت جوش۔ اور تپش کی ضرورت ہے۔

یقین خیال اور نیت کا انسانی کاموں میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ کوئی کام کرتے وقت اگر یہ خیال ہو کہ نہیں کر سکیں گے۔ تو پھر لاکھ کوششیں بھی ناکام ہونگی۔ اور اگر کتنا ہی مشکل کام ہو۔ مگر خیال مضبوط اور یقین کامل ہو کہ ہم ضرور کر لینگے۔ تو وہ کام ضرور نیک انجام پائیگا۔ اور کوئی دشواری سامنے نہ رہیگی۔

وہ تمہارے ہی جیسا فرقہ تھا جس نے دنیا بھر کو دین پہنچایا۔ اور ہر بار انکا قدم آگے ہی بڑھا۔ پھر جب وہ دنیا بھر میں یہ تغیر پیدا کر سکتی تھیں تو تم کیوں ناامید ہو۔ نیک کام میں حسد اور رقابت بھی بری نہیں بلکہ مفید ہے۔ آنحضرت صلعم (روحی فداہ) کی خدمت مبارک میں غربا آئے جنہیں یہ شکایت تھی۔ کہ امراء تو مال سے خدمت اسلام کرتے اور اس طرح اپنی نیکیاں بڑھاتے ہیں۔ مگر ہم غریب ہیں۔ مال سے خدمت اسلام نہیں کر سکتے۔ پھر کیا کریں آپ نے فرمایا تم سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر بہت پڑھا کرو جب امراء کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔

اس وقت خدمت اسلام کیلئے ہمیں بھی مردوں سے اسی طرح مقابلہ اور رقابت کرنی چاہیئے۔ مرد اگر ایک کو تبلیغ کرتے ہیں۔ تو ہم دو کو کریں۔ اگر وہ ایک روپیہ چندہ دیتے ہیں تو ہم دو دیں۔ وہ اپنی اکیلی جان دین کیلئے وقف کرتے ہیں۔ تو ہم اپنے ساتھ اپنی اولاد کی بھی کر دیں۔ اگر وہ ایک گھنٹہ خدمت دین میں صرف کرتے ہیں۔ تو ہم تین کریں۔ غرض خدمت دین پاک کے لئے اپنے اندر ایسی روح پیدا کریں۔ اور اس سے ایسی لو لگائیں کہ دنیا کے سامنے تیرہ سو سال قبل کا نقشہ آجائے۔ پس اپنے مردوں پر سبقت لیجاؤ۔ پیاری بہنوں! اور چھوڑ دو ان بیجا اخراجات کو لغو نمائشوں کو فضول رسموں کو۔

اسی سلسلہ میں میری ایک التماس مردوں کی خدمت میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اسلامی پردہ صرف اتنا ہے کہ غیر مرد زینت کو نہ دیکھ سکیں مگر یہ اسلامی پردہ نہیں۔ کہ آواز بلکہ تحریر اور نام تک سے پردہ کرایا جائے۔ یہ پردہ سیاسی تھا۔ شرعی نہیں۔ اب برائے خدا زمانہ کی حالت کو سمجھتے ہوئے ان سیاسی قیود کو تھوڑے عرصہ کیلئے ہٹا دیجئے۔ اب تو یہ حال ہے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اور عورت نے دریافت کر لیا کہ "کون" ہے۔ تو اتنی ہی بات مردوں کو طیش میں لے آتی ہے۔ اگر کسی عورت کا نام کسی مضمون وغیرہ سے پبلک میں آگیا تو انکی عزت کو اس سے ٹھیس لگ گئی۔ علیٰ ہذا القیاس (الا ماشاء اللہ) یہ باتیں شرعی تو نہیں۔ پس انکو تھوڑی دیر کیلئے دور کر دیں۔ اور اپنی عورتوں میں جرأت و دلیری پیدا کر کے اس کشمکش میں حصہ لینے دیں۔

اگر کسی تحریر وغیرہ یا کسی دوسری وجہ سے ان کے نام ظاہر ہوتے ہیں۔ تو آپکی جبین پر عرق غیرت آنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ان سے اور آپکی نبی اکرم کی ازواج مطہرات اور بیٹیوں کے نام بر سر ممبر لئے جاتے ہیں وہ جب پردہ میں مردوں سے کلام فرما لیا کرتی تھیں۔ تو آپکی عزتوں کو ان سے بڑھکر تو چار چاند نہیں لگے ہوئے کہ آپ کو یہ گراں گذرے

آپکی ایسی ناجائز پابندیوں نے عورتوں کو کام سے اور آپکی ترقی کو دور کر رکھا ہے۔ لقمان کو نصیحت سکھانا تو چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ مگر امید ہے آپ ضرور ہمارے اس پر غور فرمائیں گے۔

چھوت چھات بائیکاٹ نہیں

(از مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل قادیان)

(⁂)

عجیب حیرت کا مقام ہے۔ کہ جب تک تو ہندو صاحبان ایسے ایسے ڈھنگ نکالتے رہے جن کی وجہ سے مسلمانوں کو خطرناک ہلاکت کے گڑھوں میں گر کر مٹنے کے سوائے کوئی چارہ ہی نہ ہو۔ جن کی گہرائی کا اندازہ لگانا بھی عقل کو حیرت میں ڈالدیتا ہے۔ اور ان کی اخلاقی تمدنی روحانی۔ سیاسی زندگی کو نہایت گندے حملے کرکے تباہ کرتے رہے۔ تب تک تو بڑے خوش و خرم و شاداں رہے۔ اور بڑے ہی اصلاح کار ہمدرد اور صلح کل ہونے کے مدعی رہے۔ مگر جب ان کے افعال کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آئینہ داران کے سامنے رکھا۔ تو لگے شور مچانے۔ کہ ہائے فساد برپا کردیا۔ تفرقہ ڈالدیا (بالفاظ دیگر مسلمانوں کو بیدار کردیا) ان سے کوئی پوچھے۔ حضور نے اسکے سوا کیا کیا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کہا۔ اے مسلمانو! اگر دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہو تو ہندوؤں سے سبق حاصل کرو۔ اور جو گُر ترقی کا وہ تم کو مدت سے سکھاتے چلے آئے ہیں۔ مگر تم نے ابھی تک اسپر کان نہیں دھرا اب اسپر عمل کرو۔ اور وہ اقتصادی ترقی کا گر چھوت چھات ہے۔ ہندوؤں نے اپنے لمبے تجربہ سے تمپر ثابت کردیا ہے کہ (۱) اس چھوت کے ذریعہ تم اپنے اموال کو غیروں سے محفوظ رکھ سکتے ہو۔ (۲) غیروں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ (۳) سیاسی لحاظ سے تم دوسروں سے معزز بن سکتے ہو۔ (۴) اس کے طفیل تم کو بعض ایسے محکموں میں ملازم رکھا جا سکتا ہے۔ جہاں وہ لوگ نہیں رکھے جاتے جن سے تم چھوت کرنے لگ جاؤ۔ (۵) اسی چھوت کی وجہ سے تم اچھوت اقوام کو غیروں سے معزز ہونے کا ثبوت دیکر اپنے اندر شامل کر سکتے ہو۔ (گو اسلام میں آنے والا حقیقۃً معزز بن جاتا ہے۔)

اے ہندو دوستو! اب جب مسلمانوں نے تمہارے سبق سے فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ اور تمہارے قدموں پر قدم مارنا چاہا ہے۔ تو تم اس کو فساد اور تفرقہ کے نام سے کیوں موسوم کرتے ہو۔ اگر تم حقیقۃً درست کہہ رہے ہو۔ اور فی الواقعہ چھوت کرنا فساد ہے۔ تو کیا آپ مہربانی سے بتائیں گے۔ کہ آپ نے اس فساد کو ۔۔۔ سو سال سے کیوں برپا کر رکھا ہے۔ اور کیوں اس قبیح و شنیع فعل کے مرتکب رہے ہو۔ ہم نے تو آج تک اس تمہارے فعل کو کبھی فساد سے تعبیر نہیں کیا۔ اور اب تو ہم آپ کے اس لمبے تجربہ کے مجرب گر کو اس قدر قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ ہر ایک مسلمان سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اس مجرب نسخہ کی قدر کرو۔ اور اپنے گھروں کی دیواروں پر۔ اپنے درس گاہوں میں۔ اپنی دکانوں کے سامنے غرض ہر ایسی جگہ کہ جو ہر وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے رہے۔ اس نسخہ کو موٹے حروف سے لکھکر لٹکا دو۔ نسخہ کے الفاظ یہ ہوں "چھوت چھات تجارتی و اقتصادی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے"

بلکہ میں تو یہانتک کہتا ہوں۔ کہ اس فقرہ کو اے مسلمانو! اپنے دلوں پر لکھ لو۔ اور اسے عمل میں لاؤ۔ تاکہ تمہاری مالی کمزوری دور ہو۔ اور صحت یاب ہو کر اپنے ہندو بھائیوں کا شکریہ ادا کرو۔ کہ انہوں نے تمکو کئی سو سالوں کا تجربہ شدہ عجیب و غریب نسخہ بتایا ہے۔

اس جگہ ایک شبہ کا ازالہ کردینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ اکثر لوگوں نے اس چھوت چھات کی تحریک کو بائیکاٹ سمجھ لیا ہے۔

مجھے کئی ایک سناتنی بھائیوں اور سکھ صاحبان نے کہا۔ کہ آپ خلیفہ صاحب کو ہماری طرف سے توجہ دلائیں کہ ہم گندہ دہن اور بے غیرت آریوں کی حرکات کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمارا اس میں ایک رتی بھر بھی دخل نہیں۔ پھر ہم سے کیوں بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں۔ یہ غلطی عام لوگوں کو ضرور لگی ہوگی۔ اس لئے اس کے ازالہ کیلئے یہ بات واضح کردیتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سکھوں اور سناتنیوں سے تو در کنار ان بدکردار ناقدرشناس بدگو آریوں سے بھی بائیکاٹ کا ارشاد نہیں فرمایا جنہوں نے ہمارا دل و جگر اپنی بدزبانی کے تیروں سے پارہ پارہ کردیا ہے۔ بلکہ حضور کا ارشاد صرف یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے چھوت چھات کو روا رکھتے ہیں۔ اور ہمارے ہاتھوں کی چیز لیکر نہیں کھاتے اور اس فعل سے وہ ہم کو سیاسی اور تمدنی نقصان بلکہ دینی نقصان پہونچا رہے ہیں۔ اور اس کیوجہ سے وہ ہم کو دنیا کی نظر میں حقیر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان سے انہیں چیزوں میں چھوت چھات کریں گے۔ جن میں وہ ہم سے چھوت کرتے ہیں۔ بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں۔ کہ حضور نے نہایت ہی نرمی اور مہربانی کی ہے۔ کہ باوجودیکہ ہندو سینکڑوں سالوں سے ہم سے چھوت چھات کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ہمیں بھی یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ کم از کم ان سے اتنا عرصہ چھوت کریں۔ جتنی دیر سے وہ ہم سے چھوت کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر حضور نے فرمایا ہے۔ کہ ہم اس چھوت چھات کی تحریک کو اس وقت تک جاری رکھیں گے۔ جب تک ہندو صاحبان علی الاعلان نہ کردیں۔ کہ ہم اب مسلمانوں سے چھوت چھات نہیں کرینگے۔ اور وہ اسپر عمل کرکے بھی دکھا دیں۔ جب وہ ایسا

ویدک دھرم میں مزید تبدیلیوں کی ضرورت

(از مدیر معاون الفضل)

عین اس وقت جبکہ اسمبلی کے اجلاس میں سن شادی کے تعین کا مسودہ ایک ہندو ممبر رائے ہربلاس شاردا کی طرف سے اس لئے پیش ہو رہا تھا۔ کہ اس کے ذریعہ ہندوؤں میں بچپن کی شادی کو روکا جاسکے۔ اور جبکہ ایک طرف تو مسٹر بلوی یہ کہہ رہے تھے کہ "یہ قانون ہندو قانون دھرم شاستر کی جڑ پر وار کرتا ہے"۔ اور مسٹر اینے یہ مشورہ دے رہے تھے کہ "مقدس رسوم میں کوئی مداخلت نہ کرنی چاہیئے"۔ اس کے بالمقابل دوسری طرف مسٹر جیکار بھی یہ آواز بلند کر رہے تھے۔ کہ "گورنمنٹ اس قانون کو پاس کرتے ہوئے کٹر ہندوؤں کی مخالفت سے خوفزدہ نہ ہو"۔ اور منشی ایشور سرن یہانتک کہہ رہے تھے۔ کہ "اگر شاستر قوانین قدرت کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو ہمیں ان کی ضرورت نہیں"۔ (تیج ۱۸ ستمبر)

جس سے ویدک دھرمی دنیا میں بہت بڑا تلاطم پیدا ہوچکا تھا اس وقت اخبار "تیج" (۱۹ ستمبر) میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ "کیا اسلام میں تبدیلی کی ضرورت نہیں"۔ اسلام میں تبدیلی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ اسلام کے ماننے والے خود کر سکتے ہیں۔ آریوں کو اس کے متعلق کوئی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر وہ خواہ مخواہ اس میں دخل دینا ہی چاہتے ہیں۔ تو پہلے یہ بتائیں کہ کیا وہ ویدک دھرم میں آئے دن کی تبدیلیاں کرنے سے فارغ ہوچکے ہیں۔ اگر نہیں فارغ ہوچکے۔ اور یقیناً نہیں ہوچکے۔ جیسا کہ اسمبلی کے اس تازہ اجلاس کی کارروائی سے ہی ظاہر ہے۔ جس کا ذکر ہندو ممبران اسمبلی کے الفاظ میں اوپر کیا گیا ہے۔ تو پھر انہیں پہلے ویدک دھرم میں تبدیلیاں کرنے سے فراغت حاصل کرلینی چاہیئے۔ اور جب ویدک دھرم ناقابل تبدیلی ہوجائے۔ اس وقت اسلام یا کسی اور مذہب کی تبدیلی کی فکر کرنی چاہیئے۔

ابھی چند ہی دن ہوئے۔ بھائی پرمانند صاحب ایم۔ اے ویدک دھرمی عقائد اور احکام کو ناقابل عمل اور نقصان رساں قرار دیتے ہوئے آریوں کو ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی حسب ذیل الفاظ میں تحریک کرچکے ہیں۔

"جب تک ہم ان پرانے خیالات سے خواہ ان کا

ان لوگوں نے پرچار کیا۔ جن کو رشی کہا جاتا ہے۔ آزاد نہ ہونگے یہ سم ہندو جاتی کو ایک سنگٹھن میں نہیں لاسکتے دھرم ہمیشہ سمہ (وقت) اور حالات کے مطابق بدلتا ہے دھرم وہی ہے جو جاتی کی رکھشا کے لئے بنایا جائے۔ زندہ جاتیوں کا یہ حق ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے لئے نئے نئے دھرم بنائیں اور پرانے غلط دھرموں سے چھٹکارا حاصل کریں۔"

(پرتاپ ۲۰ راگست ۱۹۲۷ء)

اب سوال یہ ہے۔ کیا آریہ اپنے پوجیہ یا دبھائی پرمانند جی کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہو چکے ہیں۔ کہ اسلام کی تبدیلی کی فکر انہیں لاحق ہو گئی ہے۔

پھر بھائی پرمانند نے ویدک دھرم میں تبدیلی کی یہ کوئی نئی تحریک پیش نہیں کی۔ یہ دھرم شروع سے ہی ہر قسم کی تبدیلیوں کا تختہ مشق بنتا چلا آرہا ہے۔ چنانچہ خود اخبار تیج ۸ رجون ۱۹۲۶ء اس بات کا اعتراف حسب ذیل الفاظ میں کر چکا ہے۔

"ہندوستان میں آرین سوسائٹی کی ترقی کے ساتھ ہمارے آباد اجداد کے مذہبی خیالات رسوم اور فلسفہ میں بھی تبدیلی ہوتی رہی۔ آریوں کے مذہبی فلسفہ کا پتہ اس سے چلتا ہے۔ کہ کثرت پرستی وحدت پرستی میں تبدیل ہو گئی۔ اندر دون اور مختلف دیوتاؤں کی جگہ ایک پرماتما کی پوجا ہونے لگی۔"

جس مذہب میں خدا کی وحدانیت ایسے مسئلہ کے متعلق اس طرح تغیر و تبدل ہوا ہو۔ اور جو ہر آن تغیر کا محتاج ہے کیا اس کے پیرووں کے لئے زیبا ہے۔ کہ وہ اسلام میں تبدیلی کا سوال اٹھائیں۔ انہیں اپنے گھر کی خیر منانی چاہیئے۔ اور اپنے ہی دھرم کو تبدیل کرنے کے کام میں مصروف رہنا چاہیئے۔ جو رہتی دنیا تک کبھی ختم نہ ہو گا۔

"تیج" کے "تماشہ پریم چندجی" نے اپنے بالکل غلط اور نادرست خیال کی تکمیل کے لئے اسلام کی طرف خود ساختہ عقائد منسوب کر کے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچا دی ہے۔ کہ وہ اسلامی تعلیم اور اسلامی احکام کی فلاسفی اور باریکیاں تو درکنار عام عقائد اسلامی کے متعلق بھی صحیح واقفیت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلام ایسے دینِ فطرت پر دست برد زمانہ سے پامال شدہ ویدک دھرم کو ترجیح دی ہے۔

اسلام کی بنیاد قرآن کریم اور صحیح احادیث پر ہے اس لئے اسلامی عقائد صرف وہی کہلا سکتے ہیں جو قرآن کریم میں مجملاً اور صحیح احادیث میں مفصل موجود ہوں۔ لیکن تیج نے اپنے طول و طویل مضمون میں کسی ایک جگہ بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کہ جو عقائد وہ مسلمانوں کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ انہیں قرآن کریم کے حوالہ سے ثابت کرے۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح کی من گھڑت باتیں چونکہ اسلامی احکام و عقائد نہیں ہیں۔ اس لئے ہم ان کے ذمہ وار نہیں۔ اسلامی احکام پر اعتراض کرنے ہوں۔ تو قرآن کریم اور مستند مذہبی کتب کی بنا پر کئے جائیں۔ ان کے جواب دینے کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں۔

اسلامی احکام میں نہ کسی تبدیلی کی ضرورت ہے اور نہ کوئی تبدیلی کر سکتا ہے۔ بلکہ اسلام کے تو وہ احکام ہیں۔ جن کے سامنے اس کے مخالف بھی سر جھکا رہے ہیں۔ مثلاً بیواؤں کی شادی کو ہی لے لیجئے۔ آریہ باوجود اپنے رشی کی مخالفت کے اسلامی حکم پر ہی عمل کر رہے ہیں۔ اور اس طرح ویدک احکام میں تبدیلی کی ضرورت ثابت کر رہے ہیں۔

ذیل میں چند ایک ویدک احکام بطور نمونہ پیش کر کے اس امر کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ کہ ویدک دھرم کے شیدائی کس لاپروائی سے ان ویدک احکام پر جوان کے مہرشی دیانند نے اخذ کر کے ان کے سامنے پیش کئے۔ خط تنسیخ کھینچ کر ان میں تبدیلی کر رہے ہیں۔

ستیارتھ پرکاش وہ کتاب ہے۔ جس کے متعلق سماجی دوستوں کا دعویٰ ہے۔ کہ یہ ویدک احکام کا نچوڑ ہے۔ اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو ہندو دھرم کے خلاف ہو۔ بلکہ بزعم خود وہ اس کی وہی پوزیشن بتاتے ہیں۔ جو اہلِ اسلام میں قرآن کریم کی ہے۔ اس لئے ہم اس کے حوالجات لفظ بلفظ پیش کریں گے۔ اور تیج کی طرح اوٹ پٹانگ باتیں نہیں کہیں گے۔

(۱) نیوگ کے ہی حکم کو لے لیں۔ کیا کوئی سماجی دوست بتا سکتا ہے۔ کہ اس نے اس تعلیم پر عمل کیا ہے۔ اور انہی شرائط کے مطابق کیا ہے۔ جو سوامی جی مہاراج نے اس کے متعلق لگائی ہیں۔ فرماتے ہیں

"جیسے علانیہ بیاہ ویسے علانیہ نیوگ"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۳)

مگر ہم دیکھتے ہیں۔ آریہ اخبارات میں شادیوں کی اطلاعات تو شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں دیکھنے میں آیا۔ کہ فلاں کی لڑکی یا بہن یا بیوی نے فلاں کے ساتھ نیوگ کیا۔ اور جیسے کنیا اور ور کی تلاش کے لئے آئے دن اشتہارات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نیوگ کے متعلق کوئی اعلان نہیں ہوتا۔ اور جس طرح شادی شدہ زن و مرد کی اولاد کی اطلاعیں بڑے شوق سے مشتہر کر کے مبارکبادیں پیش کی جاتی ہیں۔ اسی طرح کبھی نیوگ سے پیدا شدہ اولاد کی کوئی خبر نہیں ملتی۔ حالانکہ بہ حیثیت علانیہ ہونے کے نیوگ اور بیاہ کو سوامی جی نے ایک ہی قرار دیا ہے۔ پس کیا ان تمام امور سے یہ صاف ثابت نہیں۔ کہ یہ تعلیم آریہ سماج کے نزدیک صرف ناقابلِ عمل ہی نہیں۔ بلکہ ایسی ہے کہ اس کے اظہار سے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔

اسی طرح سوامی جی کا ایک اور حکم ہے۔ کہ

"حیض آنے سے تین برس بعد لڑکی خاوند تلاش کرے۔ اور جو اپنے لائق ہو اسے بیاہے"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹۶)

کیا آریہ سماج اس حکم پر عمل کرتی ہے۔ اور کیا لڑکیوں کو آریہ اس بات کی اجازت دیتے ہیں۔ کہ وہ اپنے لئے آپ شوہر تلاش کریں۔ آریہ سماج اس پر عمل کرنے کا کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتی۔

پھر اور ارشاد ہوتا ہے۔

"جس کے صاف سیدھے اعضاء ہوں یعنی پسندیدہ ہوں۔ جس کا نام عمدہ جیسے یشودا۔ سکھدا وغیرہ ہو ہنس اور ہتھنی جیسی جس کی چال ہو۔ جس کا رونگٹا چھوٹا اور ملائم ہو۔ سر کے بال اور دانت باریک ہوں۔ اور جس کے سب اعضا ملائم ہوں۔ ایسی عورت کے ساتھ بیاہ کرنا چاہیئے"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹۴)

کیا آریہ سماج اس تعلیم پر عمل کرتی ہے یا عمل کیا جا سکتا ہے۔ افسوس سوامی صاحب نے یہ تشریح نہیں کی کہ جن لڑکیوں میں یہ خصوصیات نہ ہوں انکی شادی کا کیا انتظام ہو۔ کیا کوئی سماجی دوست اس پر روشنی ڈالینگے۔

اسی طرح ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۷ میں لڑکی کے لئے خاوند اور لڑکے کے لئے بیوی کے منتخب کرنے کا یہ طریق بتایا گیا ہے۔ کہ لڑکے اور لڑکیوں کے پڑھانے والوں کے پاس ان کے فوٹو بھیجے جائیں۔ جو لڑکے لڑکیوں کو دکھائے جائیں۔ پھر جس کے حالات ایک دوسرے سے ملیں ان کی شادی کی جائے۔

کیا آج تک کسی ایک آریہ نے بھی اپنے لڑکے اور لڑکی کی شادی کرتے ہوئے اس پر عمل کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسی شادی کی کوئی مثال آریہ سماج کی تمام ہسٹری میں نہیں مل سکتی۔ پھر کیا اسے قابلِ عمل حکم قرار دیا جا سکتا ہے۔ یا لائق تبدیلی۔

ستیارتھ پرکاش میں اس قسم کی باتیں تو بہت سی ہیں جن پر آریہ نہ تو عمل کر رہے ہیں۔ اور نہ کر سکتے ہیں لیکن مضمون طویل ہو گیا۔ علاوہ ازیں عاقلے را اشارہ کافیست۔ ایسی ہی موقعہ کے لئے ہے ؎

مُسلم خاتون کیسی ہونی چاہیئے

(از محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ قادیان)

حضرت سرور دو جہان کے زمانہ کی مسلمان خواتین کے حالات پڑھو۔ ان کے کارنامے ہاں ان کی خدمات اسلام پر نظر کرو۔ ان کی دین حنیف کے متعلق قربانیاں اپنے جان و مال خویش و عزیز۔ اولاد کو فدا کرنے کی مثالیں دیکھو۔ تو ان سے خاص طور پر تقویت روح اور قوت ایمان پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت سمیہ عمار بن یاسر کی والدہ حضرت خولہ خواہر ابن ضرار ام ہانی امہات المومنین علیہما السلام کی قربانیاں۔ جان کی قربانیاں۔ عزت و جاہ کی اسلام پر بے نظیر قربانیاں سنکر حیرت ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں نہ تو سامان خور و نوش بے محنت ملتا تھا۔ نہ آرام و راحت کے ایسے اسباب تھے۔ نہ لباس بستر وغیرہ امن و آرام حاصل کرنے کے لئے مہیا ہو سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے ہمارے گھروں میں چراغ نہ جلتے تھے۔ اور کئی ماہ گھر میں ہانڈی وغیرہ نہ پکتی تھی۔ پاخانے گھروں میں نہ بنے ہوئے تھے۔ یہ سب فدائے اسلام خواتین رفع حاجت کو باہر جنگلوں میں جاتیں۔ پھر وہ کیا روح جان نواز تھی۔ کہ صحابیات رضی اللہ عنہا کے دلوں میں اسلام کے لئے تبلیغ دین الٰہی کیلئے ہاں محمد رسول اللہ صلعم کے ناموس کے لئے ایک تڑپ تھی۔ ایک بجلی رفتار اور برق نما تڑپ تھی جس نے بڑے بڑے عظیم الشان قصروں اور غرور و تکبر کے بھرے ہوئے دلوں کو دم اسلام پر خاک سا بنا دیا۔ اور پتھر دلوں کو موم کر دیا۔ وہ جان نواز تعلیم عرب کے دُرِّ یتیم رسول عربی (جانم فدا) کی فرمانبرداری تھی۔ اور اتحاد تھا۔ اتفاق تھا۔ ہاں وہ اخلاق حسنہ تھے۔ جنہوں نے مختلف قوموں کو مختلف مذاہب اور علیحدہ علیحدہ خیالات کے لوگوں کو متفق متحد کر کے فرمانبرداری رسول پر اور صداقت بھری تعلیم پر فدا کر کے عزت و جاہ دیکر حقیقی پاکیزگی کا وارث بنایا۔

اب بھی اس زمانہ میں اگر حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کی پیروی کرنے والی بہنیں ساری دنیا کے خیالات اور گذشتہ توہمات کی پرواہ نہ کرتی ہوئی دین قیم پر مضبوط رہیں اور اپنے اخلاق حسنہ سے دوسری غیر از جماعت خواتین پر اپنا نمونہ نیک دکھلا کر اثر ڈالیں۔ تو یہی احمدی غریب قوم ہاں یہی قلیل قوم بڑے رتبہ اور جاہ کی مالک ہو سکتی ہے۔ اگرچہ ہماری غیر احمدی دولتمند بہنوں کے پاس بڑے بڑے سامان تعیش ہیں۔ روپیہ ہے۔ مال ہے۔ مگر ایک غریب اور مفلس احمدی بہن اپنے نیک اخلاق اور اسوۂ حسنہ سے ان کو سلسلہ عالیہ کی طرف مائل کر سکتی ہے۔ اخلاق حسنہ یہ ہوتے ہیں۔ مثلاً جس حالت میں بھی ہو پاکیزہ لباس صاف اور ظاہر جسم و لباس جو اسلام کا سب سے پہلا حکم ہے۔ کو کبھی نہ چھوڑے۔ جھوٹ نہ بولے اور بیہودہ گفتگو کبھی نہ کرے۔ اپنی آنکھوں کو۔ زبان کو۔ کانوں کو ہر قسم کی لغویت سے بچائے رکھے۔ زبان کو تو ایسا قابو میں رکھے کہ کبھی بھی کسی کی نسبت کوئی بُرا لفظ منہ سے نہ نکلے۔ دیکھو ایک فقیر بھیک مانگنے دروازہ پر آتا ہے اگر اسے جواب دینا ہے۔ تو نرمی سے اور رحم سے۔ اسطرح بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ بابا اسوقت معاف کرو۔ پھر لیجانا۔ اور کرخت لہجہ میں غضبناک آواز سے یہ بھی جواب دیا جاتا ہے۔ کہ چل دور ہو۔ اب جبکہ مطلب دونوں طرح حل ہو سکتا ہے۔ تو کیوں نہ اسلام کی تعلیم اور رسول اللہ صلعم کے زمان پر چلیں۔ کہ آپ نے فرمایا کوئی محتاج سوال کرے تو اگر پاس کچھ نہ ہو تو اسے نرمی سے جواب دو۔

اگر حقیقی مومن خاتون کا اسلام کے احکام اور تعلیم پر عملدرآمد ہو تو یقین واثق ہے۔ کہ اسے پھر کسی غم و حزن کا خطرہ نہیں ہو گا۔ دیکھو اب ہندو مسلم نزاع کا قضیہ در پیش ہے۔ ہماری مسلم بہنوں کو اس میں بہت زیادہ خطرے اور تکالیف در پیش ہونگی۔ اور میرا تو مشاہدہ ہے کہ ضرور ہیں کیونکہ مسلمان خواتین زیادہ تر غریب اور نادار ہیں کم علمی اور نادانستگی حساب وغیرہ اور زمانہ کی چال سے بے خبری کی وجہ سے ہندو دیویوں کے پھندے میں پھنس جاتی ہیں۔ اور بہت جلد ان کی دانائی اور دانشمندی (روپیہ جمع کرنے میں ہوشیاری) کے پیچوں میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ اگر یہی مسلمان خواتین جو زیادہ تر زمیندار فرقہ کی ہوتی ہیں۔ اپنی قوم کی تعلیم یافتہ بہنوں سے تعلقات لین دین کریں۔ تو تھوڑے عرصہ میں قوم کی ترقی اور مالی حالت کہاں سے کہاں جا پہنچے۔ میں نے اس پر ایک مضمون اخبار روزانہ زمیندار میں بھی کچھ عرصہ ہوا لکھا تھا۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ مسلمانوں کے گھر کا گھی۔ دودھ۔ اناج۔ وغیرہ محض مسلمان عورتوں کو حساب نہ آنے کیوجہ سے اصل قیمت سے بہت ہی کم پر ہندوؤں کے گھروں میں جاتا ہے۔ پھر ہندو دیوی ایک روپیہ کسی مسلمان ان پڑھ عورت کو دیکر ۲ رہا ہوا سُود لیتی ہے۔ یا ایک سو روپیہ کا زیور لیکر اسے گھر والوں سے گویا چوری پانچ دس روپے دیکر سا تھ کئی پیسوں کا سُود دیکھ لیتی ہے۔

ہندو عورتوں میں ایسا اتفاق ہے۔ کہ ان کا لباس بھی ایک اور جب کسی مسلمان بہن سے کوئی جھگڑا ہو تو سب متفق ہونگی۔ یا اگر ریل کے ڈبہ میں ایک دو مسلمان بہنیں ہوں۔ اور دس پانچ ہندو دیویاں۔ تو مسلمان عورتوں کو سُنا سُنا کر اپنے بھجن پڑھیں گی اور گائیں گی۔ کبھی مسلمانوں کو مُسلے بے ایمان بہت نکاح کرنے والے وغیرہ وغیرہ کہینگی۔ جیسا کہ مجھے سفر ریل میں کئی بار تجربہ ہوا مگر ہماری بیچاری بے خبر مسلمان بہنیں ہاں قابل رحم غریب بہنیں کچھ اس طرح غفلت شعار اور دین سے بے خبر ہیں۔ کہ مجال ہے ٹس سے مس ہوں ہزار افسوس کہ انکو اپنی خاندانی تاریخ اور اسلام کے عروج کی ابتداء تک معلوم نہیں سکو کچھ جواب دے سکیں اصل میں ہندوستان کا اکثر حصہ شاید ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ اور تعلیم مستورات کی طرف انہوں نے زیادہ توجہ نہ کی۔ غالباً یہ وجہ ہے۔ کہ مسلمان عورتوں کو اسلامی تاریخ کا کچھ پتہ نہیں۔

احمدی خواتین سے میری عرض ہے۔ کہ وہ پورے جوش خروش اور پوری توجہ سے اپنا نمونہ نیک دکھا کر اپنے اخلاق حسنہ اپنے اسوۂ حسنہ سے ہاں اپنی جان و مال کی قربانی کر کے اپنی ان قابل رحم بہنوں اپنی اسلام سے غفلت شعار امیر بہنوں کو اپنی بے خبر بہنوں کو زندہ اسلام کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ان احکام کی جن سے قوموں میں انقلاب آتا ہے۔ جن سے عزت و جاہ رتبہ و منصب۔ تقویٰ پرہیزگاریاں ملتی ہیں۔ ہاں جن سے قومیں قہر و ذلت سے نکل کر عالی رتبے حاصل کرتی ہیں۔ اور اعلیٰ قومیں بنتی ہیں۔ خبر دو۔ یہی تمہاری تبلیغ احمدیت ہے۔ اگر ایک مسلمان خاتون ابھی اپنے آپ کو صحابیات کا ہم پلہ بنالے۔ اور اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا اثر ہو۔ وہ پوری عقیدت سے مسلم خاتون ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ کہ حضرت سمیہ حضرت خولہ وغیرہ کی محفل جنت میں بیٹھے یا انکے کارناموں کے ساتھ تاریخ کے ورق اس کے نام کے ساتھ بھی مزین ہوں۔ پس ایک مسلم احمدی خاتون کے فرائض میں یہ داخل ہے۔ کہ اپنے روزانہ پروگرام میں ایک دو گھنٹہ اسلام کی خدمت کے لئے وقف کرے۔ اور اسی میں سچ بولنا۔ کسی غریب کی خدمت کرنا۔ صدقہ و خیرات کرنا۔ زبان سے نرم الفاظ نکالنا۔ کسی کو دُکھ نہ دینا۔ زبان سے آنکھ سے کان سے ہاتھوں سے پاؤں سے کسی کا دل نہ دکھانا۔ چغلی۔ غیبت۔ گلہ وغیرہ سے بچنا۔ تکبر و غرور سے پرہیز رکھنا ہر مسلمان کہلانے والی بہن کو نفع پہنچانا۔ بیمار کی خبر گیری کرنا۔ کسی مفلس کی حاجت برآری حتی المقدور کرنا وغیرہ وغیرہ۔ وہ یہ دیکھنے میں اگرچہ چھوٹے چھوٹے کام ہیں مگر ان میں ہر ایک کا عظیم الشان نتیجہ نکل سکتا ہے۔ انشاء اللہ کسی غیر قوم کے شخص سے یا ناموس رسول اللہ صلعم پر حملہ کرنے والی قوم سے کوئی بھی شے نہ خریدنا۔ یہ بھی ثواب اور غیرت اسلامی میں داخل ہے۔ ہماری بہنوں کی میں نہیں سمجھتی کس طرح غیرت گوارا کر سکتی ہے کہ وہ جان سے پیارے نبی اکرم صلعم کے دشمنوں سے اپنے نفس کے لئے کوئی چیز اپنی پاکیزہ کمائی دیکر خریدیں گی۔ یہ ایک مومن اور مسلم خاتون کی شان سے بعید بات ہے۔

ابو ہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مسکین اسے نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ایک یا دو لقموں یا ایک دو کھجوروں کے لئے لوگوں کے دروازوں پر پھرتا ہے۔ بلکہ اصل (یعنی قابل امداد) مسکین وہ ہے۔ جس کے پاس واقع میں گذارہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو۔ نہ وہ لوگوں سے مانگے۔ نہ لوگوں کو اس کے فقر و فاقہ کا حال معلوم ہو۔

(بخاری)

اورنگ زیب عالمگیر اور ہندو

(از عبدالرحمٰن صاحب خادم گجرات)

ایسے وقت میں جبکہ ایک طرف تو ہمارے سید و مولیٰ آقا و مطاع حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی وکل ما صاحب غیرہما) کی ذات والا صفات پر جن کی نسبت خالق کون و مکان نے لولاک لما خلقت الافلاک کا ارشاد فرمایا۔ کمینہ اور پاجیانہ اتہامات و بہتانات کا طومار باندھا گیا۔ تو دوسری طرف آپ کے بھولے بھالے فرزندوں۔ بیچارے کمزور و غریب علمبرداران توحید و متبعین قرآن مجید پر اپنی تعداد اور زر و مال کے گھمنڈ میں طرح طرح کے عذاب اور مظالم کو روا رکھا گیا۔ اس وقت غریب اور بے خبر ملکانوں کو بہکانے اور دام تزویر میں پھنسانے کے لئے ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور صرف کیا گیا۔ اور سب سے بڑا حربہ جو اختیار کیا۔ وہ ہندوؤں پر دیگر مسلمان سلاطین ماضیہ کے عموماً اور حضرت اورنگ زیب عالمگیر رح کے خصوصاً فرضی مظالم تھے۔ میں اس وقت حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے دامن کو ان متعصب معترضین کے اتہامات سے پاک صاف ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

اس بات کے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی تامل نہ ہوگا۔ کہ کسی گذشتہ بادشاہ کی سوانح زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے اس کے ہمعصر مؤرخین کے اقوال سب سے زیادہ معتبر اور مستند ہوا کرتے ہیں۔ پس حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے متعلق غور کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ بعد میں آنے والے مؤرخین کو جن کے اقوال کسی صورت میں بھی تعصب سے خالی نہیں۔ ان کے عہد حکومت کے کسی مؤرخ پر ترجیح نہ دیجائے۔ اصل مندرجہ بالا کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم آریہ صاحبان کے الزام کا جواب درج ذیل کرتے ہیں۔

یہ کہنا۔ کہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے ہندو ملازمین کو معزول کر دیا۔ صداقت کا خون کرنا ہے۔ امر واقعہ کا اظہار کرنے اور چہرۂ صداقت سے نقاب اٹھنے کے لئے ہم خافی خان کا قول نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے ”قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار مسلمان ایک ہندو مقرری نمودہ باشند“ (خافی خان حالات عالمگیری صفحہ ۲۵۲) قرار پایا۔ کہ تمام دفاتر دیوانی و بخشیان سرکار کے پیشکاروں میں سے نصف ملازم ہندو اور نصف مسلمان مقرر کئے جائیں“ کیسا منصفانہ و عادلانہ فیصلہ ہے۔ بادشاہ مسلمان تھا۔ مگر حکم یہی تھا کہ اس کی رعایا کے فریقین کو ملازمت میں مساوی حقوق دیئے جائیں۔ اور کسی کو کسی پر بلا وجہ ترجیح نہ دی جائے۔ مگر افسوس ہے۔ ان ہندو اور ہندو نواز معترضین پر جنہوں نے آنکھیں بند کر کے لکھ دیا ”اورنگ زیب رح نے تمام ہندو ملازموں کو معزول کر دیا“

یاد رہے۔ کہ مندرجہ بالا فارسی عبارت اس شخص کی ہے۔ جس کی نسبت صاحب ای مارسڈن لکھتے ہیں ”اس زمانہ کے حالات جو ہم کو ملتے ہیں۔ وہ خفی خان کی تصنیف سے ملتے ہیں۔ یہ چھپے چھپے اور ڈرتے ڈرتے وقائع نگاری کر رہا تھا۔ جب تک اورنگ زیب زندہ رہا اس نے کسی کو اپنی تصنیف نہیں دکھائی“ (تاریخ ہند حصہ اول صفحہ ۲۱۲ مصنفہ ای مارسڈن صاحب)

پس خافی خان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس نے اورنگ زیب رح سے ڈر کر یا اس کی خوشامد کی غرض سے ایسا لکھ دیا۔

علاوہ ازیں ہم اس فرمان شاہی پر عمل بتانے کے لئے مؤرخین قدیمہ کے اقوال سے یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے نہ صرف یہ کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے ساتھ برابر عہدے دیئے بلکہ ان کو اعلےٰ اعلےٰ مراتب پر پہنچایا مثال کے طور پر لیجئے۔

اجلاجی۔ سیواجی کا داماد۔ پانچہزاری ہوا۔ راجہ بھیم سنگھ پانچہزاری۔ اندر سنگھ سہ ہزاری۔ ارجوجی۔ دو ہزاری۔ کانحوجی سرکیہ چھ ہزاری۔ سوبھان قلعدار سوبھان ستارہ پانچہزاری اسی طرح بہادر سنگھ۔ مانسنگھ۔ سانگوجی۔ راؤ انوپ سنگھ اودے سنگھ وغیرہ بہت سے ہندو منصب دار ہیں۔

پس حالات مندرجہ بالا میں یہ کہنا کہ اورنگ زیب نے ہندوؤں پر ظلم کئے۔ اور انکو ملازمتوں سے برطرف کر دیا۔ کس قدر دلی تعصب اور بغض و عناد کا ثبوت ہے؟ پھر کہا جاتا ہے۔ اورنگزیب رح نے ہندوؤں کے مندر گرائے۔ اور عبادت سے باز رکھا۔ اس اعتراض کی حقیقت کا انکشاف کرنے کے لئے ہم حضرت اورنگ عالمگیر کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ وھو ہذا ”ہماری شرع کے مطابق یہ قرار پایا جا چکا ہے۔ کہ قدیمی مندروں کو ہرگز مسمار نہ کیا جائے لیکن کوئی نیا مندر تعمیر کرنے کی اجازت نہ دیجائے۔ دربار معلی میں یہ خبر پہنچی ہے کہ بعض افسروں نے ہندوؤں کو جو بنارس میں رہتے ہیں۔ سخت پریشان کر رکھا ہے۔ اور اسکے قرب و جوار کے لوگوں اور بالخصوص ان برہمنوں کو جو ایسے مندروں کے نگران اور محافظ ہیں سخت تنگ اور مقامی افسر برہمنوں کو انکے قدیمی بت خانوں سے نکالنا چاہتے ہیں اسلئے ہمارا شاہی فرمان یہ ہے۔ کہ آپ ہدایت کر دیں کہ آئندہ کوئی مقامی حاکم خلاف قانون طریقہ سے برہمنوں اور دیگر اہل ہنود کو جو ان مقامات پر بستے ہیں۔ یا انکے اچار ہیں۔ نہ کسی قسم کا عذاب یا تکلیف دے۔ نہ انکے کاروبار میں دست اندازی کرے تاکہ وہ مخل ہو“ (فرمان عالمگیری ۲۸ فروری ۱۶۵۹ء)

جو شخص ہندوؤں کا اسقدر خیال رکھتا ہو۔ کہ اپنے افسروں کو حکماً انکے ساتھ بدسلوکی کرنے سے روکتا ہو۔ اور کہے کہ کوئی ”مندر مسمار نہ کیا جائے“ وہ خود کسطرح ہندوؤں کے مندروں کو محض مذہبی تعصب کیوجہ سے گرا سکتا ہے؟ متھرا کا مندر جس کو اورنگزیب نے بعض مصالح کیوجہ سے مسمار کرایا۔ وہ مسلمانوں کے ان سے ناجائز طریق سے وصول شدہ روپیہ سے بنایا گیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے ”آں مثال مقبل (ابو الفضل) در ملک الیو نرسنگھ دیو بہ قتل رسید دو لکھ اے کہ بدست آوردہ در اہتمام راجہ مذکور بہ بعید ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید۔ آں بت خانہ بہ تیشہ حکم حضرت عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد“ (مراۃ الخیال شیر خان لودھی صفحہ ۱۲۵-۱۲۶) کہ ابو الفضل کو جہانگیر نے راجہ نرسنگھ کے ملک میں اس سے قتل کروا دیا۔ اور اسکا جو مال ہاتھ آیا۔ اس سے راجہ نرسنگھ نے شہر متھرا میں مندر بنوایا۔ جو بحکم عالمگیر مسمار کر دیا گیا۔ مندر جہانگیر سے معلوم ہوا کہ جہانگیر کے عہد میں مسلمانوں کے روپیہ سے بعض مندر بنوائے گئے۔ علاوہ ازیں اکبر کی ہندو نوازی پالیسی نے انکو بہت شوخ اور مسلم آزار بنا رکھا تھا۔ چنانچہ شاہجہان کے عہد میں انکی شوخیوں اور زیادتیوں کی حد یہاں تک پہنچی کہ مسلم عورتوں کا اغوا کرنے لگے۔ اور مساجد کو مندر بنانے لگ گئے چنانچہ لکھا ہے۔ ”چوں روایات بعوالی گجرات و پنجاب رسید کہ برخے از کفار حرائر را مائے مومنہ در تصرف خود دارند و بعضے از بنیان مساجد بہ تعدی در عمارات خود آوردہ“ (شاہجہان نامہ جلد ۲ صفحہ ۵۸-۵۹) کہ گجرات و پنجاب سے اطلاع پہنچی کہ ہندوؤں نے بعض مومنہ عورتوں کو اپنے تصرف میں کر لیا۔ اور بعض مساجد کو تبدیل بہ عمارات خود کر لیا ہے“ یہی نہیں اورنگ زیب رح کے عہد حکومت میں مندروں میں باغیانہ تعلیم دی جاتی تھی۔ اور مندروں کو غداری کے پروردش گاہ بنایا گیا چنانچہ خافی خان لکھتا ہے ”در صوبہ ٹھٹھہ و ملتان و خصوص بنارس برہمنان بطالت نشاں در مدارس مقرر بہ تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند الخ“ (خافی خان صفحہ ۳) جب اورنگ زیب رح کو اسکا علم ہوا تو آپ نے ۱۰۷۹ھ میں ان مدارس کے بند کرنے کا حکم دیا جب یہ حکم ہوا تو متھرا کے برہمنوں نے لوگوں کو مشتعل کر کے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور مندروں کو بغاوت کا مرکز بنایا گیا۔ اورنگ زیب رح نے انکی سرکوبی کی اور متھرا کے بعض مندر مسمار کرائے پس اورنگ زیب رح نے متھرا کا مندر گرانے میں سیاسی مصلحت اور حسن تدبیر سے کام لیا نہ کہ تعصب کیوجہ سے۔ ورنہ تاریخ شاہد ہے کہ اورنگ زیب رح ۲۵ سال دکن میں رہا۔ مگر کون ہے جو یہ ثابت کر سکے کہ اسنے ایک مندر بھی دکن میں گروایا ہے۔ پس متھرا کے مندر کو لڑائی کے دوران میں مسمار کرانا اور باقی تمام مندروں کو ہاتھ تک نہ لگانا اسبات پر بین شہادت ہے کہ اورنگ زیب رح قطعاً متعصب نہ تھا۔ اور مندروں کا گرانا اسکا شیوہ نہ تھا۔ جیسا کہ ہملٹن جو ایک انگریز سوداگر تھا۔ اور اورنگ زیب کے عہد میں بنفس نفیس ہند میں موجود تھا لکھتا ہے ”ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے وہ برت رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں جیسا کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے۔ جب کہ بادشاہت خود ہندوؤں کی تھی۔ وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں“ (سفرنامہ ہملٹن جلد ۱ صفحہ ۱۲۸) پھر لکھتا ہے ”صرف اختلاف مذہب کی بنا پر تکلیف دینا اور آزار پہنچانا ان لوگوں میں بالکل مفقود ہے“

(سفرنامہ ہملٹن جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

پس اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے اپنے مبارک عہد میں ہندوؤں پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ ان کو مسلمانوں کے ساتھ مساوی حقوق دیئے*

آریہ راج قائم کرنیکے خواب

(از جناب عزیز صاحب)

جدھر نگاہ اُٹھا کر دیکھو۔ اُدھر ہی فساد کی آگ مشتعل نظر آتی ہے۔ جدھر کان لگاؤ اُدھر ہی "فسادات فسادات" کا المناک راگ سُنائی دیتا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین میں آریہ مہاشوں نے بربریت و درندگی کے وہ خونچکاں مناظر پیش کر دیئے ہیں۔ جو قرون وسطیٰ میں یورپ نے مشاہدہ کئے تھے۔ خرمن امن پر وہ بجلیاں گرائی ہیں۔ کہ سکون و امان کی بحالی کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی۔ جاتی کی ایسی ذہنیت بگاڑی ہے۔ کہ "دیویاں" بھی باوجود صنف نازک ہونے کے خشت باری اپنا مقدس فرض سمجھنے لگی ہیں۔ اور جاتی کے سور بیر کچھ ایسے بگڑے ہیں۔ کہ انہیں برنا و پیر و طفل و زن میں بھی کوئی امتیاز نظر نہیں آتا۔ وہ نہتے اور بیکس راہ گذر مسلمانوں پر زور آزمائی کرتے ہیں۔ اور پرائیویٹ محفلوں میں بڑے فخر کے ساتھ اپنی بہادری کے کارنامے سناتے ہیں۔

ایک دانشمند انسان اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ مختلف مقامات پر ہندو مسلم فسادات ایک منظم پروپیگنڈا کا نتیجہ ہیں۔ بعض لوگ ان فسادات کا راز مالوی جی کے بھٹے۔ منجے جی کے ڈنڈا۔ آریہ پرچارکوں کی آتش زبانی اور ہندو اخبارات کی زہر افشانی میں تلاش کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ راز کہیں نصف صدی سے پرے تقدس کے لباس میں پوشیدہ ہے۔

جب سوامی دیانند مہرشی کا خطاب لیکر ہندو جاتی کی اصلاح و ترقی کے لئے میدان عمل میں اُترے۔ تو انہوں نے اپنے پیرؤوں کو ایک مشن کی طرف متوجہ کیا۔ وہ مشن کیا تھا۔ مذہب کی آڑ میں آریہ راج قائم کرنا اس امر پر آریہ لٹریچر اور سماج کی ہسٹری شاہد ہے۔ میں سوامی صاحب کی کتب سے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ جن سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا۔ کہ سوامی صاحب کا مشن آریہ راج کا قائم کرنا تھا۔ اور ان کی تعلیم تھی۔ کہ جو لوگ آریہ نہ ہوں۔ اُن کو ملک سے نکال دیا جائے۔ یا انکو غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔

(۱) "اے خدا کسی لڑائی میں کمزور ہو کر ہم لوگ شکست نہ کھائیں۔ ہمارے دشمن کی طاقت اور بہادری کو تم توڑ پھوڑ کر غارت کر دو۔ ہمیں آسانی سے عالمگیر سلطنت اور شہنشاہت دو۔ یعنے آپ کی مہربانی سے ہماری اپنی ہی بادشاہت اور ہماری دولت ہمیشہ ترقی کرتی رہے۔"

(آریہ بھے دنی پرارتھنا ۳۱ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

(۲) "اے احکم الحاکمین غیر ملکوں کے رہنے والے ہمارے کبھی بادشاہ نہ ہوں۔ اور ہم لوگ کسی غیر قوم کے بادشاہ کے کبھی ماتحت نہ ہوں۔" (آریہ بھے دنی پرارتھنا ۳۱ صفحہ ۲۷)

کیوں ماتحت نہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ "جو آریہ ورت سے علاوہ ملک ہیں۔ وہ ملیچھوں اور راکششوں کے دیش کہلاتے ہیں۔" (ستیارتھ پرکاش آٹھواں سمولاس صفحہ ۲۹۷)

ہندی ستیارتھ پرکاش طبع دوم صفحہ ۳۰۵ پر سوامی صاحب یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

"جو ویدا اور ویدوں کے موافق راستباز شخصوں کے لکھے ہوئے شاستروں کی بے عزتی کرتا ہے۔ ایسے وید کی نندا کرنے والے ناستک کو قوم۔ مجلس اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے۔"

آریہ مہاشوں نے سوامی صاحب کے فتویٰ کو نرم الفاظ کا جامہ پہنا کر ستیارتھ پرکاش ۱۹۰۸ء میں اس طرح شائع کیا ہے "جو شخص وید اور عابد لوگوں کی وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بے عزتی کرتا ہے۔ اس وید کی برائی کرنے والے منکر کو ذات۔ جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہیئے۔" (باب ۳ صفحہ ۵۹)

پھر سوامی صاحب اپنی کتاب بے دنی سبھا کے صفحہ ۵ پر جو فتوے صادر فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے

"جنہوں نے تجرد۔ اور گرہست اور فقیری وغیرہ ان تینوں کو باری باری اختیار نہ کیا ہو۔ ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں۔ یا مر جائیں۔ یا ہمارے غلام ہو کر رہیں۔"

مندرجہ بالا اقتباسات پڑھ کر کوئی منصف مزاج اس امر سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ سوامی صاحب کا مشن آریہ راج قائم کرنا تھا۔ سوامی صاحب کسی غیر ملک کے باشندہ کو ہندوستان میں دیکھنے کے لئے طیار نہیں۔ ان کے نزدیک سکھ۔ عیسائی۔ مسلمان۔ جینی۔ بدھ اور سناتن دھرمی وغیرہ آریہ ورت کے حکمران نہیں ہو سکتے۔ یہ حکومت آریہ حضرات کے لئے ہی مخصوص ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے سوامی صاحب نے بانیان مذاہب کو گندی گالیاں دیکر اپنے چیلوں کے دلوں میں نفرت و عناد کا بیج بو دیا اور دوسرے مذاہب کے متعلق غلط بیانیاں کر کے لوگوں کو آریہ بنانے کی کوشش کی۔ جس کے متعلق مسٹر گاندھی جی بھی مندرجہ ذیل الفاظ کہے بغیر نہیں رہ سکے "سوامی جی نے صرف صداقت کی حمایت کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن آپ نے نادانستہ طور پر جین دھرم۔ اسلام۔ عیسائیت اور ہندو دھرم کی بابت غلط بیانی کی ہے۔ جس شخص نے ان مذاہب کا سرسری مطالعہ کیا ہے۔ وہ ان غلطیوں کو آسانی سے معلوم کر سکتا ہے۔ جو اس بڑے ریفارمر نے کی ہیں۔"

اب میں آریہ سماج کی ہسٹری کو لیتا ہوں۔ میں انشاء اللہ یہ ثابت کر دوں گا۔ کہ جب سے سماج نے جنم لیا ہے۔ وہ آریہ راج قائم کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کرتی رہی ہے۔ سب سے بڑی رُکاوٹ جو سماج کو آریہ راج قائم کرنے میں ہے۔ وہ سلطنت انگلشیہ ہے۔ آریہ مہاشوں کی سب سے پہلی کوشش یہ تھی۔ کہ کسی طرح انگریزوں کو ملک سے نکالا جائے۔ اسی لئے آریہ سماج کے تمام سربرآوردہ اشخاص سیاسی تحریکوں میں سب سے زیادہ حصہ لیتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک مشہور مدبر انگریز سر ویلنٹائن چیرول اپنی کتاب موسومہ بہ "ہند میں شورش" کے آٹھویں باب پنجاب اور آریہ سماج کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں "اس امر سے کہ کثرت سے آریوں نے بلاشبہ گذشتہ چند سالوں کی پولیٹیکل ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ اس سرٹیفکیٹ کی تائید ہوتی ہے۔ جو دو سال ہوئے خود کرشن ورما نے اپنے اخبار میں آریہ سماج کو دیا تھا۔ اس نے نہ صرف یہی بیان کیا۔ کہ ہندوستان کی پولیٹیکل بیداری کے لئے تمام تحریکوں میں کوئی بھی ایسی طاقتور تحریک نہیں ہے۔ جیسی آریہ سماج بلکہ اس نے یہ بھی ایزاد کیا تھا۔ کہ اس سوسائٹی کا معراج جیسا کہ اس کے بانی نے بیان کیا تھا۔ بالکل آزاد اور خود مختار قسم کی قومی گورنمنٹ ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کرشن ورما کو دیانند نے اپنی حین حیات میں اس پہلی منتظم سوسائٹی کا ممبر بنایا جو بعد میں اس کی وصیت کی ٹرسٹی تھی۔"

آگے چلکر لکھتے ہیں "مگر اس بارہ میں شہادت بہت زبردست ہے۔ کہ بہت سے دیگر ممبران آریہ سماج نے جن میں بہت سے سربرآوردہ اشخاص بھی شامل ہیں۔ گذشتہ سالوں کی باغیانہ روش میں پنجاب اور اس کے ہمسایہ صوبہ متحدہ میں نمایاں حصہ لیا۔"

ان اقتباسات کو پڑھ کر کوئی شخص اس حقیقت کے متعلق ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں پا سکتا۔ کہ آریہ سماج شروع سے ہی اپنی سلطنت کے قیام کی فکر میں ہے پچھلے سالوں کی پولیٹیکل ایجی ٹیشن کے حالات کسی سے مخفی نہیں۔ آریہ حضرات نے جو چالیں اس میں چلیں ان کے متعلق بھی چند سطور لکھنا ضروری ہیں۔ آریہ سماج نے (جو پہلے سے ہی انگریزوں کو ملک سے نکالنے کی فکر میں تھی) جب دیکھا کہ اب مسلمانوں کے دلوں کو کسی قدر صدمہ پہنچا ہے

تو اظہار ہمدردی کرنا شروع کیا اور سول نافرمانی اور بائیکاٹ پر آمادہ کیا۔ انہوں نے سوچا۔ کہ دوران جنگ میں جو خدمات مسلمانوں نے گورنمنٹ برطانیہ کی کی ہیں۔ وہ اب بھلا دینگی۔ اور مسلمان کیا بلحاظ عہدوں کے اور کیا بلحاظ جاگیروں کے ہم سے بڑھ جائیں گے۔ آؤ ہندو مسلم اتحاد کا راگ الاپیں۔ اور ان کو ساتھ ملا کر انگریزوں کے مقابلہ پر کھڑے ہوجائیں۔ اگر سوراج مل گیا۔ تو ہم ان "مسلوں" سے نپٹ لینگے۔ اور اگر ناکام ہوئے۔ تو جھٹ رُخ بدل کر کوئی اور چال چلیں گے۔ لیکن بہرحال یہ نفع تو ضرور ہوگا۔ کہ مسلمانوں کو جو حقوق ملنے ہیں۔ وہ ضبط ہو جائیں گے۔

یہ بھی احتیاط ساتھ کرلی۔ کہ چند سربرآوردہ اشخاص گورنمنٹ کے طرفدار بھی رہے۔ تاکہ اگر ہم ناکام ہوئیں۔ تو نقصانات کی تلافی ہو سکے۔ اس لئے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک شور محشر بپا کردیا۔ مسلمانوں کے بھائی بن گئے۔ اور ان کو یہ مشورہ دیا کہ تم ہجرت کرو۔ کیونکہ اس کا اثر سوراج کے حصول پر اچھا ہوگا۔

ہجرت اور بائیکاٹ سے جو نقصانات مسلمانوں نے اُٹھائے۔ وہ ایسی دردناک داستاں ہے۔ کہ کوئی شخص بھی ہندوؤں پر نفرین بھیجے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آخر وہ وقت آن پہنچا۔ کہ آریہ اپنا رُخ بدلیں۔ سوراج کی امید موہوم ہوگئی۔ اور بڑے بڑے لیڈر گرفتار ہوگئے۔ مسٹر گاندھی جی کا قید ہونا تھا۔ کہ سوامی شردھانند جی اُٹھے۔ اشدھی کا علم بلند کیا۔ اور موجودہ شورش کی بنیاد رکھی۔ اب آریہ لیڈروں نے سوچا۔ کہ سوراج کو ابھی دیر ہے۔ پہلے ان مسلوں کا یا تو صفایا کردو۔ یا اپنی طاقت اس قدر بڑھاؤ۔ کہ جب سوراج ملے تو آریہ راج ہی ہو۔ انہوں نے مذہب کے نام پر ہندو قوم کے مختلف فرقوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اور مسلمانوں کے برخلاف متحدہ طور پر زہرافشانی کرنے لگ پڑے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے ہندو مہاسبھا کی بنیاد رکھی گئی۔ سنگھٹن اور شدھی کی تحریکیں معرض وجود میں آئیں۔ سنگھٹن سے تو یہ غرض ہے۔ کہ تمام ہندو ایک ہو جائیں۔ اور اپنی جسمانی حالت کو اتنا اعلےٰ بنالیں۔ کہ مسلمانوں کا خوب مقابلہ کرسکیں۔ اور شدھی سے یہ مقصود ہے۔ کہ غیر ہندوؤں کو ہندو بنالیا جائے۔ اور ہندوستان حقیقی معنوں میں ہندوستان یعنے ہندوؤں کا ملک ہو جائے۔ ڈاکٹر مونجے نے کلکتہ میں ہندو سبھا کے سالانہ جلسہ پر ۲۵ رجولائی ۱۹۲۶ء کو اپنی صدارتی تقریر میں، ۷ کروڑ ہندوؤں کا اپنے مذہب سے نکل جانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ "ہندو تحریک کی غرض یہ ہے۔ کہ تمام ہندو متحد ہو جائیں۔ اور ہندو دھرم کا اس قدر پرچار کیا جائے۔ کہ انڈیا حقیقی معنوں میں ہندوستان یعنی ہندوؤں کا ملک کہلانے کا مستحق ہو جائے۔" (ترجمہ از انگریزی)

لالہ لاجپت رائے جی نے سندھ ہندو کانفرنس میں صدارت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہندو اپنے گھر کو سنوار لیں۔ تب وہ اس قدر طاقتور ہو جائیں گے۔ کہ وہ برٹش گورنمنٹ اور مسلمانوں کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کرسکیں گے۔

(ماخوذ از انگریزی آرٹیکل ہائی سر محمد شفیع صاحب)

اسی طرح پنڈت مدن موہن مالویہ نے اپنی قوم کو مسلمانوں کے فرضی مظالم کی داستانیں سنا کر مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد سے بھردیا ہے۔ یہ ضروری معلوم دیتا ہے۔ کہ سنگھٹن اور شدھی پر ذرا تفصیلی نظر ڈالی جائے۔ آریوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست پروپیگنڈا کی بنیاد ڈالی۔ اور تمام ہندو قوم کو مسلمانوں سے متنفر کرکے تمام مختلف فرقوں کو جن کے بانیوں کو سوامی دیانند صاحب نے گندی گالیاں دی تھیں۔ اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس طرح سکھ۔ جینی۔ بُدھ۔ سناتن دھرمی حتیٰ کہ برہمو سماجی بھی ان کے ساتھ مل گئے۔

پہلی بات جو آریوں کے مدنظر تھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ کسی طرح سے ہندوؤں کے دلوں سے مسلمانوں کا رُعب اُٹھایا جائے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا تھا۔ جب تک کہ ہندو جسمانی طاقت کو نہ بڑھائیں۔ اور پھر مسلمانوں سے دست بگریباں نہ ہوں۔ پس ہندوؤں نے اپنی قوم کے نوجوانوں کو ورزش کی طرف مائل کیا۔ اور سکھوں کو جو ایک بہادر قوم ہے۔ اپنے ساتھ ملالیا۔ لیکن ہندوؤں کو مسلمانوں سے لڑانے کے لئے بھی تو سامان ہونے چاہئیں۔ اس مشکل کو آریہ مہاشوں نے اس طرح حل کیا کہ گندی کتب کی اشاعت کرنی شروع کی۔ جن میں مسلمان بادشاہوں کے خلاف بہت کچھ زہر اُگلنا شروع کیا۔ اور جب اس پر ان کو کچھ روک ٹوک نہ ہوئی۔ تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدزبانی شروع کردی۔ اس سے ان کی تین غرضیں تھیں۔ جو افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ تینوں ہی پوری ہوگئیں۔

(۱) ہندو قوم کو مسلمانوں سے سخت متنفر کردیا جائے۔ اور ان کو مسلمان بادشاہوں کے فرضی مظالم سنا کر مسلمانوں کے خون کا پیاسا بنادیا جائے۔ (۲) جو لوگ ناواقف ہیں۔ وہ اسلام سے متنفر ہوکر آریہ ہو جائیں۔ (۳) مسلمان مشتعل ہوکر لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ جس سے دو فوائد حاصل ہونگے۔ (۱) جاتی کے سورماؤں کو طاقت آزمانے کا موقع مل جائیگا۔ (۲) مسلمان چونکہ غریب ہیں۔ اور بدقسمتی سے ان کو ایک دوسرے سے ہمدردی بھی نہیں۔ کثرت سے جیل خانوں میں جائیں گے۔ اور گورنمنٹ کی نظروں سے بھی گر جائیں گے۔ اُدھر تو یہ منصوبے گانٹھے جارہے تھے۔ اِدھر مسلمان غافل و مدہوش پڑے تھے۔

ان کے منصوبے رنگ لائے۔ دیتر جیون راجپال پمفلٹ جیسی گندی کتب شائع ہوگئیں۔ سیر دوزخ جیسے اس سوز مضامین تحریر کئے گئے مسلمانوں کی غیرت کو ٹھیس لگائی گئی۔ بوڑھے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے گئے۔ اور پنجاب کے دارالخلافہ لاہور میں فساد کی آگ لگادی گئی۔ جس کے شعلے تمام ہندوستان میں بلند ہوئے۔ راولپنڈی۔ کوہاٹ۔ کلکتہ اور لاہور کے خونچکاں مناظر ابھی آنکھوں کے سامنے پھر رہے تھے۔ کہ ملتان میں سنگھٹنیوں کا جوش رنگ لایا۔ غریب اور راہ گذر مسلمانوں کا محرم کے موقع پر خون بہایا گیا۔

اے اہل اسلام اُٹھو۔ بیدار ہو۔ کہ یہ وقت سونے کا نہیں۔ تم میدان کربلا میں ہو۔ اور اسلام اعداء کے نرغہ میں ہے۔ یاد رکھو۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے۔ سچی اور حقیقی قربانی۔

اُٹھو اے نیند کے ماتو کہ سر پر آفتاب آیا
غضب ہے۔ گر ہے اب بھی خواب نوشیں کا نشہ باقی

پیغام سروش

(از شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر مدیر معاون الفضل)

حد سے بڑھتا جا رہا ہے سنگھٹنیوں کا خروش
آج ان مُردہ رگوں میں مارتا ہے خون جوش

ساقیٔ کوثر کے میخواروں کی مستی کے طفیل
گنگ و جمنا کے پرستاروں کو بھی آیا ہے ہوش

ایک قطرہ بھی مُیسّر تھا نہ جس کو کل تلک
آج ہے اُس قوم کا چھوٹا بڑا مینا بدوش

غیر تو لے جائیں بھر بھر کر تری بھٹی سے خُم
اور تو بیٹھا رہے یُوں تشنہ لب اے میفروش

سامری کے بے زباں بچھڑے بھی ہیں گویا ہوئے
محو حیرت ہوں کہ کیوں ہے موسیٔ عمراں خموش

تجھکو کھائے جارہے ہیں تیرے پروردہ تم
اے علمبردار وحدت تجھ پہ ہے محو نادہ نوش

مرحبا صد آفرین اے شاکر رنگیں بیاں
"ہاں سُنا دے محفل ملت کو پیغام سروش"

کیا وید مقدس الہامی کتب ہیں

(خاص الفضل قادیان کے لئے)

(از پنڈت آتمانند صاحب شاستری واچسپتی بانئے "ست دھرم" آگرہ)

میرے تمام ہندو بھائیوں کا عموماً اور آریہ دوستوں کا خصوصاً یہ عقیدہ بلکہ دعویٰ ہے۔ کہ (۱) وید مقدس الہامی پُستک ہیں۔ (۲) وید مقدس دنیا کے آغاز میں آئے۔ (۳) ویدوں کا الہام اگنی۔ وایو۔ آدیتہ۔ انگرا۔ نامی چار رشیوں پر اُترا (۴) ویدوں میں بباعث آغاز دنیا میں آنے کے تاریخ نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کتاب میں کسی آدمی وغیرہ کا ذکر ہونا اُس کتاب کو اُس آدمی وغیرہ سے مابعد ثابت کرتا ہے۔ میرے خیال میں کسی کتاب کے غیر الہامی یا الہامی ہونے کا ثبوت تقدیم یا تاخیر نہیں ہے۔ بلکہ کسی کتاب کے مضامین کا خدا کے متعلق اُلٹ پلٹ تعلیم دینا اور قوانین قدرت کے خلاف بیان کرنا ہی اُس کے غیر الٰہی ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔ میں اپنے مضمون "ہندو مذہب میں گوشت خوری" میں یہ بتلا چکا ہوں۔ کہ ویدوں میں گائے۔ گھوڑا۔ بکرا۔ نیل گائے وغیرہ حیوانوں بلکہ انسانوں تک کی قربانی کا جواز بلکہ ہدایت پائی جاتی ہے۔ جو بعقیدہ آریہ سماج بذاتِ خود ویدوں کے الہامی ہونے کا منافی ہے۔ اس کے علاوہ ویدوں میں باپ بیٹی کا تعلق رگوید

"पिता दुहितुर्गभं मा धात" اور "पिता यत्स्वां दुहितरमधि ष्कन् क्ष्मया रेत: सञ्जग्मानो निषिञ्चत्" رگوید میں اور رگوید میں "प्रजापतिर्वै स्वां दुहितरम्" وغیرہ

ان پر دیکھو سشت پتھ براہمن گرنتھ ۱-۷-۴ اتاؔ ۴ رگوید منڈل ۵۔ ادھیائے ۴ سوکت ۲۶ منترے میں یجمان کی عورت کا اشومیدہ یگیہ میں گھوڑے کے ساتھ جماع کرنے کا بیان لکھا ہے۔ ہمارے آریہ بھائی شری پنڈت مہیدھر پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ انہوں نے وام مارگ کو پھیلانے کے لئے وید منتروں کے غلط معنی کر دیئے ہیں۔ یہ الزام اس لئے غلط ہے کہ اوّل تو پنڈت مہیدھر آچاریہ وام مارگی نہیں تھا بلکہ سناتن دھرم دلمبی تھا۔ دوئم اس لئے بھی کہ بقول مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج

(دیکھو ستیارتھ پرکاش اردو ایڈیشن صفحہ ۲۶۹ دفعہ ۷۵)

ویدوں کی خدائی تفاسیر شت پتھ براہمن وغیرہ میں بھی لکھا ہوا ہے۔

अथदेवानां पत्नीर्यजन्ति पत्नीषु वै योनौ रेत: प्रतिष्ठितं तन्तत: प्रजायते तत्पत्नीषेवै तद्योनौ रेत: सिक्तं प्रतिष्ठा-पयति तत्तत: प्रजायते तस्माद्देवानां पत्नीर्यजन्ति"

سوئم:۔ اس لئے بھی کہ کاتیاین شروت سوتروں میں بھی جو کہ ویدوں پر قدیم اور مستند بھاش مانے جاتے ہیں۔ ایسا ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔

ویدوں میں ایشور کا حلیہ

اَب وید منتروں پر زیادہ نہ لکھکر یہ دکھلانا چاہتا ہوں۔ کہ ویدوں میں خدا کا حلیہ کیسے کھینچا گیا ہے۔

(۱) یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۱

ब्राह्मणोऽस्य मुखमासीद्बाहू राजन्य: कृत: ऊरू तदस्य यद्वैश्य: पद्भ्यां शूद्रो अजायत

ترجمہ:۔ برہمن اس پُرش (پرمیشور) کے منہ سے۔ کھتری بازوؤں سے پیدا کئے گئے۔ جو ویش ہے وہ اس کے پیٹ سے اور اس پرمیشور کے دونوں پاؤں سے شودر پیدا ہوا۔

(۲) یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۱۲

चन्द्रमा मनसो जातश्चक्षो: सूर्यो अजायत। श्रोत्राद्वायुश्च प्राणश्च मुखादग्निरजायत ॥

ترجمہ:۔ اُس پرش (پرمیشور) کے دل سے چاند۔ اور آنکھوں سے سورج پیدا ہوا۔ کانوں سے ہوا۔ اور سانس اور اس کے (پرمیشور کے) منہ سے آگ پیدا ہوئی۔

(۳) یجروید ادھیائے ۳۱۔ منتر ۱۳

नाभ्या आसीदन्तरिक्षं शीर्ष्णो द्यौ: समवर्तत। पद्भ्यां भूमिर्दिश: श्रोत्रात्तथा लोकाँ अकल्पयन्

ترجمہ:۔ (پرمیشور کی) ناف سے انترکش (طبقہ وسطی) پیدا ہوا۔ سر سے دایُو (طبقہ علوی) پیدا ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں سے زمین۔ کانوں سے دِشا (اطراف) اور لوک بنائے گئے۔

(۴) یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۳، ۴

"पादोऽस्य विश्वा भूतानि त्रिपादस्यामृतं दिवि" ३ "त्रिपादूर्ध्व उदैत्पुरुष: पादोऽस्येहाभवत्पुन:" ४

ترجمہ:۔ اُس پرمیشور کا ایک پاؤں سب خلقت میں ہے۔ اور اس کے تین پاؤں امرت دیو (طبقہ علوی) میں ہیں۔ ۳۱-۳

اس پرماتما کے تین پاؤں اوپر ہیں اور ایک پاؤں میں یہ سب کچھ جو نیچے ہے۔ ۳۱-۴

(۵) اتھروید سنہتا کانڈ ۱۰۔ پرپاٹھک ۲۳-۴۔ انوواک ۴ منتر ۳۲

"यस्य भूमि: प्रमान्तरिक्षमुतोदरम् दिवं यश्चक्रे मूर्द्धानं तस्मै ज्येष्ठाय ब्रह्मणे नम:"

ترجمہ:۔ زمین جس کا پاؤں ہے۔ انترکش (طبقہ وسطی) جس کا پیٹ۔ دیو (طبقہ علوی) جس کا سر ہے۔ اس بزرگ برہم کو نمسکار ہے۔

(۶) اتھروید سنہتا کانڈ ۱۰ پرپاٹھک ۲۳-۴۔ انوواک ۴ منتر ۳۳

"यस्य सूर्यश्चक्षुश्चन्द्रमाश्च पुनर्णव:। अग्निं यश्चक्र आस्यं तस्मै ज्येष्ठाय ब्रह्मणे नम:"

ترجمہ:۔ سورج جس کی آنکھ۔ چاند جس کے دل اور آگ جس کے منہ سے نکلی ہے۔ اس بزرگ برہم کو نمسکار ہے۔

ویدوں کے فلاسفی بھاگ کو اُپنشد کہتے ہیں۔ اب ذرا سب سے زیادہ مستند برہد آرنیک اُپنشد کے حقائق ملاحظہ ہوں

برہد آرنیک اُپنشد ۱-۵-۱

(۸) "आप एवेदमग्र आसुस्ता आप: सत्यमसृजन्त सत्यं ब्रह्म ब्रह्म प्रजापतिं प्रजापतिर्देवान्स्ते देवा: सत्यमेवोपासते"

ترجمہ:۔ کائنات کے پیشتر یہ سب پانی ہی تھا۔ پانی نے ست پیدا کیا۔ ست سے برہم پیدا ہوا۔ برہم سے پرجاپتی (برہما) پیدا ہوا۔ پرجاپتی سے دیوتے پیدا ہوئے۔ وہ دیوتے ست کی پرستش کرتے ہیں۔ اسمیں خدا کی بھی پیدائش مانی گئی ہے۔

(۹) برہد آرنیک اُپنشد ۱-۴-۱

"आत्मैवेदमग्र आसीत्पुरुषविध:"

ترجمہ:۔ شروع میں یہ پرماتما ہی تھا۔ اور وہ مثل آدمی کے تھا

(۱۰) برہد آرنیک اُپنشد ۱-۴-۳

स वै नैव रेमे इत्यादि

ترجمہ:۔ لیکن وہ پرمیشور خوش نہ ہوا۔ کیونکہ اکیلے کو مزہ نہیں آتا۔ اس لئے اس نے دوسری کی خواہش کی۔ وہ وراٹ (پرماتما) اتنا بڑا تھا جتنے ہمبستر ہوتے ہوئے عورت اور مرد ہوتے ہیں۔ اُس نے اپنے آپ کے دو ٹکڑے کئے۔ جس سے وہ خاوند اور بیوی بن گئے۔ اس لئے یہ سیپی کے آدھے خول کی طرح بیوی سے پورا ہوا۔ یہ یاگیہ ولکیہ نے کہا۔ اُن کے ایسا ہونے سے یعنی اس وراٹ پرماتما کے اپنی اُس بیوی زوجہ کے ساتھ جماع کرنے سے انسان پیدا ہوئے۔

(۱۱) برہد آرنیک اُپنشد ۱-۴-۴

"सोऽहेयमीक्षां चक्रे कथं नु मा ऽऽत्मन एव जनित्वास भवति" इत्यादि

ترجمہ:- اس پرماتما کی مذکورہ بالا جورو (بیوی) نے خیال کیا کہ کسطرح مجھے اپنے سے ہی پیدا کر کے جماع کی خواہش سے ملتا ہے۔ اس لئے وہ عورت وراٹ سے چھٹکارا پانے یا چھپنے کی غرض سے گائے۔ گھوڑی۔ گدہی۔ بکری وغیرہ بنتی گئی۔ اور وہ وراٹ پرماتما بھی سانڈ۔ گھوڑا۔ گدہا۔ مینڈھا۔ بکرا وغیرہ بنتا گیا۔ اور دونوں کے ملاپ سے گائے۔ بیل۔ گھوڑے۔ گدھے۔ بکریاں۔ بھیڑیں وغیرہ پیدا ہوئیں۔

(۱۲) برہد آرینک اپنشد ۱-۴-۱۷ میں پرماتما کا اپنی جورو کے پیٹ سے پیدا ہوا مانا گیا ہے۔ اصل منتر یوں ہے۔

"आत्मैवेदमग्र आसीदेक एव सोऽकामयत जाया मे स्यादथ प्रजायेय" इत्यादि

ترجمہ:- اس کائنات کے ماقبل محض ایک پرماتما ہی تھا۔ اس نے خواہش کی کہ میری بیوی ہو۔ اور اس میں میں اولاد کے طور پر پیدا ہوؤں۔ وغیرہ۔

اگر آریہ سماجیوں کے نزدیک وید وکت ایشور کا ایسا حلیہ النکار (استعارے) ہیں۔ حالانکہ وید منتروں میں کہیں پر بھی ان کو النکار (استعارے) نہیں مانا گیا ہے۔ تو پھر میرے آریہ بھائیوں کو قرآن پاک میں بیان شدہ خدائی ہاتھ۔ پنڈلی۔ مٹھی۔ تخت۔ کرسی۔ وغیرہ الفاظ پر کیا اور کیونکر اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور قرآن شریف کی ان باتوں کو بھی کیوں نہ استعارے مان لیا جائے؟ سچ ہے اپنی آنکھ کے خار مژگاں کسی کو نہیں سوجھتے۔ حالانکہ دوسروں کی آنکھ کے سرمے پر بھی نظر جا پڑتی ہے۔

آگے یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ وید دنیا کی آغاز میں نہیں ہوئے بلکہ بہت بعد بنائے گئے۔ اور اس امر کے ثبوت کے لئے میں ویدوں میں بیان شدہ رشیوں منیوں کی تاریخ بتلاؤں گا۔ اور ویدوں کی قدامت کے خلاف خود مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا اپنا فیصلہ دوں گا۔ اور یہ بھی بتلاؤں گا کہ وید منتروں میں ہمیشہ کمی بیشی ہوتی چلی آئی ہے۔ بعد ازاں یہ بھی بتلاؤں گا کہ مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے ویدک دیوتاؤں اگنی (آگ) وایو (ہوا) آدیتہ (سورج) کو جو کہ مادی اشیاء ہیں۔ اور جن کی پرستش کا ذکر ویدوں میں جابجا درج ہے۔ انسان اور ویدوں کے ملہم سمجھنے میں بنیادی غلطی کھائی ہے۔ آریہ سماجی اصحاب اسے میرا کھلا چیلنج متصور فرمائیں۔ اور جب چاہیں کسی اخبار کے ذریعہ تحریری مباحثہ کر لیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ میرے آریہ دوست ان تینوں زمانوں میں بھی اگنی۔ وایو۔ آدیتہ کا انسان اور ویدوں کا ملہم ہونا ثابت نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے ویدوں میں بیان کردہ خدائی حلیہ کو یہیں پر ختم کر کے آگے بڑھتا ہوں۔ مزید خواہشمند میری تصنیف "آدم درشن" "کیا وید ایشوری گیان ہیں؟" ملاحظہ فرمائیں +

ویدوں میں تواریخ

(۱) رگوید میں لکھا ہے:- "अङ्गिरस्वन्महिव्रत प्रस्कण्वस्य श्रुधी हवम्"

اس پر بھاش کرتے ہوئے نرکت کار یاسک آچاریہ (جن کو مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے بھی ویدوں پر سند قرار دیا ہے۔ اور اپنے وید بھاش میں جگہ بجگہ جنکی پیروی کرنا باعث فخر مانا ہے) لکھتے ہیں۔

"प्रस्कण्वः कण्वस्य पुत्रः कण्वप्रभवो यथा प्राग्रम- चिषि भृगुः सम्बभूव"

یعنی پرکنو "یعنی کنو رشی کا پتر (بیٹا) اور یہی معنی سائین آچاریہ مشہور مترجم و مفسر وید نے لئے ہیں۔ چنانچہ رگوید کے سائین بھاش میں بھی لکھا ہے۔

"हे महिव्रत प्रभूत कर्मन् जातवेदो ऽग्ने प्रस्कण्वस्य कण्व पुत्रस्य महर्षे हेवमाह्वानं श्रुधि श्रृणु"

ترجمہ:- اے جات وید طاقتور آگ! پرکنو یعنی کنو رشی کے بیٹے مہرشی کی فریاد تو سن۔

اگرچہ یجروید کے کئی منتروں میں صاف طور پر بھر گو اور انگرا۔ جمدگنی۔ اندر۔ نموچی۔ ورترحتی کہ کوروں اور راجہ پریکشت۔ شنہ شیپ درن۔ کنو وغیرہ رشیوں اور راکھششوں کا نام ملتا ہے۔ تاہم میں ان وید منتروں کو نقل کرتا ہوں جن کے بھاش میں مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے خود ویدوں میں خاص خاص رشیوں کا نام مانا اور لکھا ہے۔

(۲) یجروید کے ایک منتر میں (वामदेव्यम्) لفظ آتا ہے۔ جس کا ترجمہ مہرشی دیانند نے اپنے یجروید بھاشا میں "وام دیو رشی نے جانے واپڑھائے سام وید" وغیرہ خود لکھا ہے۔ اس میں وام دیو رشی کا نام ہونا صاف طور پر مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے بھی منظور اور قبول کیا ہے۔ اور اس تحریر سے کہ "وام دیو رشی نے جانے واپڑھائے سام وید" وغیرہ سے ثابت ہے کہ دیگر رشی بھی تھے۔ جنکو وام دیو نے سام وید پڑھائے۔

(۳) یجروید کے ایک اور منتر میں "यज्ञेन कल्पतां ब्रह्मा" لکھا ہے۔ اور آریہ ابھی دنے میں اس منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظ برہما سے مراد مہرشی دیانند نے بھی مریچی وغیرہ کا باپ برہما ہی لیا ہے۔ اور برہما ہی ترجمہ بھی کیا ہے۔

(۴) ایک نہایت زبردست ثبوت ویدوں میں تاریخ ہونے کا یہ ہے کہ اتھروید کے ایک منتر میں صاف طور پر اتہاس (تواریخ) پران گاتھا نارا شنسی وغیرہ کا نام لکھا ہے جن کو مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے "آریہ اُدیش رتن مالا" اور ستیارتھ پرکاش سملاس ۳ دفعہ ۱۰ صفحہ ۹۳ اردو ایڈیشن میں گرہیہ سوتر کے حوالہ سے اور "رگ ودیہ بھاشیہ بھومکا" میں برہمن گرنتھ مانا ہے۔ اتھروید کا منتر یہ ہے۔

"स बृहतीं दिशमनु व्यचलत्। तमितिहासश्च पुराणं च गाथाश्च नाराशंसीश्चानु व्यचलन्। इतिहासस्य च वै स पुराणस्य च गाथानां च नाराशंसीनां च प्रियं धाम भवति य एवं वेद"

अथर्व वेद

جب اتہاس (تواریخ) پرانوں۔ گاتھا۔ نارا شنسی جن کو مہرشی دیانند سرسوتی جی برہمن گرنتھ مانتے ہیں۔ اور اس طرح جب ویدوں میں برہمن گرنتھوں کا ذکر پایا گیا۔ تو کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا۔ کہ کئی وید منتر برہمن گرنتھوں سے بعد بنائے۔ اور ویدوں میں داخل کئے گئے۔

یجروید میں آئے ہوئے ایک لفظ "برہم" کا ترجمہ بھی مہرشی دیانند نے "برہمن گرنتھ" کیا اور مانا ہے۔ اس کے علاوہ یجروید ۳۹-۹ میں مہادیو کا ۲۸-۸ میں اندر کی جورو کا ۲۶-۵ میں اندر اور ورتر کا ۱۲-۹۶ میں اپ ویدوں کا ۱۰-۳۳ میں نموچی اسر کا ۱-۱۸ میں بھرگو اور انگرس کا ۶-۳۲ میں جمدگنی کا اور پرجاپتی کشیپ کا ۵-۲ میں اُروشی اپسرا اور پُرورواراجہ کا ۱۱-۳۳ میں اتھروَن دوہیم رشی۔ ورترا اور پُرندر کا ۱۲-۹۸ میں گندھرو۔ اندر اور سوم راجا کا ذکر پایا جاتا ہے۔ تیتری براہمن ۲-۳-۱۰-۱ میں اسی سوم راجا کی بابت یوں لکھا ہے کہ

"प्रजापतिः सोमं राजानमसृजत तन्त्रयो वेदा अन्वसृज्यन्त"

ترجمہ:- پرجاپتی نے سوم راجہ کو پہلے پیدا کیا۔ بعد ازاں تینوں وید پیدا کئے گئے۔

رگوید کے ایک منتر میں چیون رشی کا نام صاف آتا ہے۔ اصل منتر یہ ہے۔ "जुजुरुषो नासत्योत वव्रिं प्रामुञ्चतं द्रापिमिव च्यवानात्"

اسپرشت پتھ براہمن میں لکھا ہے کہ چیون ایک بوڑھے رشی تھے ان کی بیوی کا نام سکنیا تھا۔ اشونی کماروں نے سکنیا سے کہا کہ تو اس بوڑھے خاوند کو چھوڑ کر ہمیں اپنا

خاوند بنالے۔ اسپر سکنیا نے کہا۔ کہ میرے ماں باپ نے مجھے جس کو دیا ہے۔ میں اُسے ہرگز کبھی نہیں چھوڑونگی۔ اے اشونو! تم مہربانی کرکے میرے خاوند کو جوان بنا دو۔ تب اشونوں نے اس بوڑھے چیون رشی سے کہا کہ فلاں تالاب میں نہاؤ۔ نہاتے ہی نہاتے وہ چیون رشی جوان بن گئے۔ اور اس مہربانی کے عوض چیون رشی نے دیو دَیدوں (طبیبوں) کو یگیہ میں حصہ دلا دیا وغیرہ۔

رگوید میں سشنہ شیپ نامی اس برہمن لڑکے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ جسکو بقول اتیرے برہمن مہاراجہ ہرشیچندر نے اپنے لڑکے روہت کی جگہ قربان کرنے کے لئے راجہ ورن کو راضی کر لیا تھا۔

یجروید ۱۷-۴۷ میں کنو رشی کا نام صاف درج ہے اور ۱۸-۵۶ میں بھرگو کل کے براہمنوں کا تذکرہ مندرج ہے۔ یجروید کے ایک منتر میں پرجاپتی برہما کی پیدائش کا ذکر درج ہے۔ اصل وید منتر یہ ہے۔

"स्मू: स्वयम्भू:
प्रथमोऽन्तर्महत्यर्णवे। दधेह गर्भम्-
त्विग्रं यतो जात: प्रजापति:॥"

اتھروید کانڈ ۱۸ منتر ا و ۲ و کانڈ ۲ منتر ا تا ۳ میں کنو۔ ککشی وان۔ اگست۔ وشوامتر۔ جمدگنی۔ (اتری) کشیپ بامدیو۔ وسشٹھ۔ بھردواج۔ گوتم اور کورو بنسی رام۔ پریکشت کا حال صاف لکھا ہے۔ جو اصل منتر دیکھنا چاہیں۔ میری تصنیف "آتم درشن" اور "الہام و مذہب" نامی تصانیف ملاحظہ فرمائیں۔

مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے بھی یجروید کے چند منتروں میں دام دیو رشی۔ انگرہ ودوان اور سرسوتی نام والی خاص ندی کا نام ہونا مانا ہے۔ رگوید ۸-۳-۱ و ۲ میں اُتان پد۔ ادتی۔ وکش۔ بیری۔ آدتی کے آٹھ بیٹوں کا صاف ذکر پایا جاتا ہے۔ ویدوں میں ہزاروں ایسے منتر پائے جاتے ہیں جنمیں مختلف دیوی۔ دیوتاؤں۔ رشیوں منیوں۔ راکھششوں۔ اسروں۔ راجوں۔ مہاراجوں۔ ندیوں گنگا۔ جمنا۔ سرسوتی وغیرہ وغیرہ کا نام پایا جاتا ہے۔ لیکن بخوف طوالت زیادہ نہ لکھکر صرف اسی قدر دکھلا دینا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ نرکت کار یاسک منی نے بھی نرکت میں ویدوں میں تاریخ کا ہونا مانا ہے۔ اصل نرکت یہ ہے۔

"तत्र ब्रह्मेतिहास मिश्रं ऋङ् मिश्रं
गाथा मिश्रं भवति"

کہ ویدوں میں اتہاس (تواریخ) قصے کہانیاں اور گاتھا وغیرہ شامل ہیں۔ نرکت کار یاسک منی نے خود ویدوں کو رشیوں کا بنایا ہوا مانا ہے۔ چنانچہ اصل عبارت مفصلہ ذیل ہے۔

"साक्षीत्कृत धर्माणा ऋषयो वभूवु:। ते ऽ
वरेभ्यो ऽ साक्षात्कृत धर्मम्य उपदेशेन
मन्त्रान् समपादु उपदेशाय ग्लायन्तोऽ
वर बिल्म ग्रहणायेमं ग्रन्थं स मान्ता
सिषुर्वेदं च वेदाङ्गानि च"

ترجمہ:۔ کچھ رشی دھرم کو ساکشات کرنے والے ہوئے۔ انہوں نے دوسروں کو جنہوں نے دھرم کو ساکشات نہیں کیا ہوا تھا۔ اُپدیش کرنے کے لئے منتروں کو بنایا۔ دوسرے رشی جو اُپدیشوں کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اعلیٰ رشیوں نے ان کو سمجھانے سے نفرت کی۔ اسپر دوسرے ادنےٰ رشیوں نے ویدوں اور ویدانگوں (دیاکرن۔ جیوتش وغیرہ) کتابوں کو بنا لیا۔

مشہور مفسر وید و مترجم ویدان شری سائن آچاریہ نے رگوید منڈل ۸ و ۹ میں ویدوں کو برہمنوں کی ساخت مانا ہے۔

جو دلیل مہرشی شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں ویدوں کے نتیہ (قدیم) ہونے پر دی ہے۔ وہ بالکل ناکارہ ہے۔ ان کی یہ دلیل ہے کہ چونکہ اکشر (حروف) اور شبد (الفاظ) نیتنہ ہیں۔ لہذا وید بھی نیتہ (قدیم) ہیں۔ اول تو سوامی جی کا اور بانی رشی کا حروف کو غیر فانی ماننا اور شبدوں کو جو حروف کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ قدیم ماننا غلطی ہے۔ کیونکہ شبد کو نیائے درشن ۲-۲-۱۶ تا ۱۹ اور ویشیشک ۲-۲-۲۲ سے ۳۷ تک اور ویدانت ۲-۳-۱ تا ۸ میں فانی مانا گیا ہے۔ اور بالفرض محال اگر پرمانوؤں کی طرح اکشروں یا شبدوں کو بھی ازلی مانا جائے۔ حالانکہ پرمانو بھی قدیم نہیں ہیں۔ تو بھی جس طرح پرمانوؤں (اجزائے لاتجزیٰ) کا کاریہ (معلول سینیوگ۔ مجموعہ) گھڑا۔ مکان۔ کتاب وغیرہ آریہ سماج کے عقیدہ میں ازلی نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ان اکشروں (حروف) کا کاریہ۔ معلول سینیوگ مجموعہ وغیرہ وید کس طرح ازلی ہو سکتے ہیں؟ اور اگر بفرض ویدوں کو اس لئے قدیم مانا جائے کہ چونکہ حروف قدیم ہیں۔ تو حروف قدیم ہونے سے دنیا کی ہر ایک کتاب حتیٰ کہ یہ مضمون بھی ازلی و ابدی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بقول مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج سب حروف ازلی و ابدی ہیں۔

پھر ویدوں میں اور الف لیلےٰ وغیرہ کتابوں میں قدامت کے لحاظ سے کیا فرق رہتا ہے؟ مثل مشہور ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ لہذا میں مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج کے قول سے ثابت کر دینا چاہتا ہوں کہ وید قدیم و ازلی نہیں ہیں۔ بلکہ دنیا کی پیدائش کے بعد ہوئے۔ چنانچہ مہرشی دیانند سرسوتی نے پونا والے چھٹے ویاکھیان میں کہا تھا۔ ایسی اوستھا آدی سرشٹی میں پانچ درش چلتی رہی پھر پرماتما نے رشیوں کو وید گیان دیا۔ اب وید گیان سے آپ پنیہ کا گیان ہوا۔" ثبوت کے لئے دیکھئے ایڈیشن منجری۔ چھٹا ویاکھیان صفحہ ۹۰ مؤلفہ سوامی شردھانند جی مہرشی دیانند کا ایسا ہی بیان کہ وید آغاز دنیا سے پانچ برس بعد دئے گئے اصلی ہندی ۱۸۷۵ء والی ستیارتھ پرکاش سملاس ۹ صفحہ ۲۸۴ پر بھی لکھا ہوا ہے۔

قومی دُکھڑا

(از ماسٹر محمد علی خاں صاحب اشرف ہوشیار پور)

اے قوم درد تیرا دل کو دُکھا رہا ہے
تیرا مذاق عالم ہر سو اڑا رہا ہے

چاروں طرف سے تجھکو گھیرا ہے کلفتوں نے
ہر سُو سے تجھپہ بجلی گردوں گرا رہا ہے

سب مانتے تھے لوہا تیرا جہان والے
یا آج تیری ہستی دشمن مٹا رہا ہے

کیونکر سناؤں دکھڑا اس قوم کا عزیزو
اُف رے مرا کلیجہ اب منہ کو آ رہا ہے

احمد کے نونہالو اب قوم کو سنبھالو
ہر فرد قوم اپنی آگے بڑھا رہا ہے

آگے بڑھو اٹھو او پروا نہ کچھ کرو تم
ہمت کرے جو اُس کا حامی خدا رہا ہے

سوتوں کو تم جگا دو۔ پھر کام پر لگا دو
یہ راز وقت نازک تم کو بتا رہا ہے

اب چھوڑ دو خواب غفلت کچھ کرکے بھی دکھا دو
ہاتھوں سے کیوں تمہارے یہ وقت جا رہا ہے

نقش دوئی مٹا کر بچھڑوں کو پھر ملا دو
وحدت کا راگ عالم ہر جا یہ گا رہا ہے

اشرف کی سُن لے یارب وہ دن ہمیں دکھا دے
آنکھوں میں جسکا نقشہ اپنی سما رہا ہے

آریہ سماج کی جنگی تیاریاں
اور
مسلمانوں کی ذمہ واریاں

(از جناب الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؔ)

آریہ سماج کی فتنہ انگیزی

جب سے آریہ سماج اور آریہ سماج کے لٹریچر کا وجود ہندوستان میں ظاہر ہوا ہے۔ ملک کی فضاء میں مکدر حکومت کے پرخاش قانون کی خلاف ورزی اور مقدس ہستیوں کی توہین اور مختلف اقوام خصوصاً ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی کشیدگی وغیرہ ناخوشگوار امور پیدا ہو گئے ہیں۔ اور جب سے مسلمانوں کی کوتاہ اندیشی نے قانون شکن عناصر کا سر کچلنے میں حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ اس وقت سے آریہ سماج نے کلیتہً سرسوتی ماتا (علم کی دیوی) کی سیوا کو چھوڑ کر کالی دیوی کے چرنوں میں پناہ لی ہے۔ اور عدم تعاون مسلمانوں اور انگریزوں سے نفرت اور فسادات میں مسلمانوں کا نقصان وغیرہ تمام امور کو آریہ سماج فخراً سوامی دیانند کی تعلیم اور آریہ سماج کے تربیت کردہ پہلوانوں کے دست و بازو کی طاقت کا نتیجہ تصور کرتی ہے۔ چنانچہ ایک آریہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے ایک سفر میں مجھ سے کہا ہمیں فخر ہے۔ کہ آریہ سماج نے شروع ہی سے سیاسیات کی طرف توجہ رکھی ہے۔ اور اب ہندو ہمارا اثر قبول کر چکے ہیں۔ اور دوران گفتگو میں یہ بھی کہا۔ کہ فسادات ...... میں آریہ سماج کے نوجوانان علاقہ ...... نے خوب جوہر مردانگی دکھائے۔

آریہ سماج کی موجودہ روش

آریہ اخبارات۔ آریہ مقررین اور آریہ ارباب حل و عقد ایسے کھلے بندوں گورنمنٹ اور مسلمانوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اور آرین لیگ آریہ نوجوانوں کو اس مقابلہ کے لئے تیار کر رہی ہے۔ اُن سے ستیارتھ پرکاش کی حمایت میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنے کا عہد لیا جا رہا ہے۔ یہ نوجوان عام سماجی جلسوں میں (نعوذ باللہ) Shame on Mohammad محمد پر شرم کے نعرہ لگاتے ہیں جس ستیارتھ پرکاش نے کالی چرن اور راجپال پیدا کئے۔ اور جس کی تعلیم کا نتیجہ وہ لٹریچر ہے جس نے حکومت کو پریشان اور مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا ہے۔ اس ستیارتھ پرکاش کو مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مسوری کے مسلمان رؤساء کے نام اس کے متعدد نسخے میرے سامنے پہنچے۔ اور پھر میں نے خود اخبار "شیطان" میں اشتہار پڑھا۔ جس میں بڑے موٹے عنوان سے لکھا ہے۔ "مولانوں کی سازش کا منہ توڑ جواب"۔ اور نیچے ستیارتھ پرکاش کا کم قیمت پر فروخت کیا جانا مشتہر ہے۔ اور المشتہر 'راجپال' ہے۔ جن کے صاف معنے ہیں۔ کہ حکومت اور مسلمانوں نے ورتمان اور رنگیلا رسول کے خلاف جو کچھ کیا۔ اُس سے ہمارا کچھ نہیں بگڑا۔ ہم ستیارتھ پرکاش تقسیم کر کے وہی کام کر سکتے ہیں۔ آریہ اخبارات میں "تیغ فتنہ زائی" میں "پرتاپ" کا پڑا بھاری ہے۔ اور اس کے ایڈیٹر میں ایک مہاشہ جن کو "سید القلم" کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

کہیں درست نہ ہو؟ تنگ آمد و بجنگ آمد
دکھا نہ جوش ستم بار بار رہنے دے
میں شیفتہ نہیں تبلیغ کی پری تجھ پر
دکھا نہ سینے کا مجھ کو ابھار رہنے دے

اس شائستہ زبان مہاشہ نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کو کُھلے الفاظ میں مجھ سے دو آریہ سماجیوں نے یُوں بیان فرمایا۔

تین ماہ میں تم دیکھو گے۔ کس طرح خون ہوگا۔ اور لاکھ دو لاکھ آدمی (احمدیوں کی طرف اشارہ کر کے) کا قتل کیا بات ہے۔ پنجاب سکھوں کا ہے۔ ہم ان کو مدد دینگے۔ اب انگریزوں اور مسلمانوں دونوں سے نپٹ لیا جائیگا۔

مذکورہ بالا بیانات حکومت گو نہ سمجھے۔ مگر مسلمان صرف ہوا کے رُخ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور آریہ سماج کے خطرناک ارادوں اور جنگی تیاریوں سے قبل از وقت مطلع ہو رہے ہیں۔

ہم صلح کر سکتے ہیں

اگر آریہ سماج اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو۔ اور گاندھی جی ایسے لوگوں کی آراء جو ستیارتھ پرکاش اور آریہ سماج کے متعلق ہیں۔ اون پر غور کرے۔ اور اتحاد کانفرنسوں کا مقاطعہ کرنے اور بدزبانی روکنے والے قانون یا گورنمنٹ کے کسی منصفانہ فیصلے کا مقابلہ کرنے کی تیاریوں کی بجائے ہماری شکایات سننے کے لئے حکومت سے ایک غیر جانبدار کمیشن مقرر کئے جانے کی درخواست میں ہماری تائید کرے۔ اور اگر کمیشن یہ فیصلہ کر دے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کو آریہ سماج مقدس کتاب تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی پنڈت دیانند کی آراء کی آریہ سماج پابند ہے۔ اور کہ محقق صاحب ستیارتھ پرکاش کا کلام سنجیدگی و متانت سے گرا ہوا ہے۔ تو اس کتاب سے وہ حصہ نکال دیا جائے جس میں سکھوں مسلمانوں اور عیسائیوں کی عمداً اور دانستہ مذاق اُڑا کر دل آزاری کی ہے۔ اور ایسا ہی وہ حصہ جس میں انگریزوں اور مسلمانوں سے نفرت پھیلانے اور حکومت کے خلاف اُکسانے کی تعلیم دی ہے۔ اوسے ستیارتھ پرکاش سے خارج کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر ستیارتھ پرکاش کے تقدس پر زور دیا جاتا رہا۔ اور جیسا کہ ماسٹر آتما رام صاحب نے کہا ہے۔ کہ کاٹھیاواڑ کا ایک لاکھ بچہ اس کتاب کو مقدس مذہبی پستک یقین کرتا ہے۔ تو آیندہ نسل انگریزوں اور مسلمانوں کی موجودہ سے بھی بڑھکر دشمن پیدا ہوگی۔ اور کوئی قانون اس بدامنی کا سدباب نہ کر سکے گا۔

پس اگر آریہ سماج میں کوئی صلاحیت ہو۔ اور وہ امن پسند شہری ہوکر رہنا چاہیں۔ تو ہم سے آج صلح ہو سکتی ہے۔ وہ اکثر باتوں میں اسلام کے قریب آ ہی چکے ہیں۔

مسلمانوں کی آیندہ روش

آریہ سماج کے آیندہ ارادوں اور تیاریوں کا علم ہو جانے پر ہر ایسے شخص کو جو امن پسند مشرب رکھتا ہو۔ اور وطن عزیز کی محبت بھی اس کے قلب میں جاگزیں ہو یقیناً صدمہ ہوگا پھر جب اس کی دینی ہستی کو مٹانے کے منصوبے کئے جا رہے ہوں۔ تو یقیناً وہ بے فکر نہیں بیٹھ سکتا۔ پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ (۱) وطن پرست لیڈروں کو اس طرف توجہ دلائیں۔ (۲) حکومت سے پرزور مطالبہ کریں۔ کہ وہ انصاف کے پانی سے خرمن امن میں پڑنے والی چنگاریوں کو بجھا دے (۳) اگر حکومت کا مقابلہ شروع ہو جائے۔ جیسا کہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اور اگر امن شکن گروہ آستیہ گرہ کرے۔ اور حکومت ناموس سرور عالم پر حملہ کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ تو مسلمان قانون کا احترام کرانے میں حکومت کی مساعدت کریں۔

(۴) تمام ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ اٹک اور ستلج کے درمیانی میدانوں میں ہوگا۔ اور اس میں مسلم پنجاب کو خاص حصہ لینا پڑے گا۔ جس کے لئے مسلمانوں کو کامل تنظیم کے ساتھ ایک لیڈر کے ماتحت حکومت وقت سے تعاون کرنے کی فکر ضروری ہے۔ (۵) مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر حکومت ہند کمزوری دکھائے۔ تو پھر برطانوی قوم کو انگلستان میں اصل حالات سے آگاہ کیا جائے۔ اور کنزرویٹو پارٹی کو اصل خطرات سے مطلع کریں تا پارلیمنٹ حکومت ہند کو اوس امانت کی حفاظت کے لئے جو اس کے سپرد ہے۔ مضبوط ہاتھ سے کام لینے میں مزاحم نہ ہو۔ بلکہ مدد کرے۔

(۶) آریہ سماج کی اصلاح کے لئے محبت و آشتی سے اون کی سختیوں کو برداشت کرتے ہوئے اسلام کا پیغام بالحکمۃ والموعظۃ پہنچانے میں واعظین زیادہ سرگرمی سے کام لیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کیلئے اور اپنی اصلاح کے لئے دست بدعا ہوں۔ کیونکہ یہ وقت قرآن کریم نے بطور پیشگوئی سورہ آل عمران ع ۱۹ میں قبل از وقت فرمایا ہے اور اس کا علاج صبر و تقویٰ ہے۔

قصیدۂ بہاریہ

جو حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے قصیدہ کے جواب میں لکھا گیا ہے

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر ناظر اعلیٰ قادیان)

صحنِ گلزار میں کس لطف سے آئی ہے بہار
قابلِ دید حسینانِ چمن کا ہے نکھار

ضبط کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی ہنسی آتی ہے
پھولا جامہ میں سماتا نہیں جوبن کا ابھار

جوششِ مستی میں اکڑتے ہیں کھڑے سرو اِدھر
اور اُدھر بادۂ رنگیں سے ہے لالہ سرشار

غسلِ صحت کیا نرگس نے ہوئی متوالی
چشم مخمور ہے اب پہلے تھی چشمِ بیمار

مسی ہونٹوں پہ عجب شان سے سوسن نے ملی
زیبِ تن کی گلِ احمر نے قبائے گلنار

شاہدِ گل کے بدن پہ ہے گلابی جوڑا،
سر پہ باندھی ہے ہزارہ نے سنہری دستار

مہندی ہاتوں میں رچائے ہوئے خوبانِ چمن
بدھیاں پھولوں کی پہنے ہوئے نوشاہ بہار

ذوقِ نظارہ یہ کہتا ہے نگاہوں سے چلو
چوم لو بڑھ کے چنبیلی کے وہ بھولے رخسار

بھینی بھینی وہ بو ہی وہ گلِ شب بو کی مہک
وہ مدن مان کے تختے میں ہوا خوشبودار

موتیا نے جو لٹائے ہیں روپہلے سکے
پھول برسانے لگی سونے کے چنپا کی قطار

کیاری گیندے کی ہے یا کوئی بنارس کی دکاں
تھان پھیلائے ہیں سبزہ پہ کسی نے زرکار

دیکھ کر حوضِ مصفا کی صفائی دل میں
پانی پانی ہوا جاتا ہے سپہر زنگار

سایہ لہراتا ہے پانی میں بھڑکتے ہیں طیور
لبِ جو لطف دکھاتی ہے درختوں کی قطار

گدگداتی ہے جو غنچوں کو صبا لپٹا کر
بول اُٹھتے ہیں چٹاک کر کہ نہ چھیڑ اے بدکار

لڑکھڑاتی ہوئی اس طرح ہوا چلتی ہے
جس طرح جھوم کے چلتا ہے کوئی بادہ گسار

ڈالیاں شرم سے یوں جھک کے چھپاتی ہیں ثمر
جیسے نوخیز حیادار چھپاتے ہیں اُبھار

غلبۂ خواب سے جھک جاتی ہیں جیسے آنکھیں
تاکِ انگور سے اس طرح ٹپکتا ہے خمار

سیب و امرود میں سرخی کی جھلک ایسی ہے
گورے گالوں پہ ہو جس طرح کہ غازہ کی بہار

سبز پتوں میں سنہری وہ لباسِ نارنج
"اے کہ باور نکنی فی الشجر الاخضر نار،"

خوابِ غفلت سے جگاتی ہوئی پھرتی ہے نسیم
نغمہ سنجانِ چمن ہونے لگے اب ہوشیار

آنکھ ملتی ہوئی ہر شاخِ شجر اُٹھ بیٹھی
لیکے انگڑائی ہوا سبزۂ خفتہ بیدار

وہ ہوا سرد وہ سبزہ وہ لبِ جو وہ فضا
بھینی بھینی وہ مہک پھولوں کی شبنم کی پھوار

پھیکی پھیکی سی وہ ہر سمت ضیائے مہتاب
جھلملاتے ہوئے تاروں میں سحر کے آثار

وہ سیاہی میں سفیدی کا افق پر منظر
عید نو روز ہے ملتے ہیں گلے لیل و نہار

جانور چھوٹے بڑے محوِ ثنا خوانی ہیں،
قدرتی ساز پہ بجتا ہے یہ قدرت کا ستار

کوئلیں شور مچاتی ہیں کہ یا ہو یا ہو
گا رہے ہیں یہ پپیہے تری قدرت پہ نثار

قمریاں سرو پہ کہتی ہیں کہ اے ربِّ غفور
ذکر عالی ہے ترا جوہرِ نطق جاندار

شوق دل کہتا ہے اک مطلع ثانی لکھیے
جس سے روشن ہوں زمانہ کے قلوب و ابصار

مطلع ثانی

اے خدا خالقِ اجسام و قلوب و افکار
مرا ہر ذرۂ ہستی تری قدرت پہ نثار

یادِ اقدس سے تری ہوتا ہے انساں مسرور
دلِ مضطر کو ترے ذکر سے ملتا ہے قرار

وہ صداقت ہے یہ ہے جس کی مقر خود فطرت
وہ حقیقت ہے یہ جس سے نہیں ممکن انکار

ہستیٔ تیرۂ انسان ہے منور تجھ سے
پرتوِ حُسن سے تیرے ہے جہاں پر انوار

ہے تصور سے ترے سینۂ عالم کی جلا
ہے تکلّم پہ ترے دانش و حکمت کا مدار

ہے تخیل سے ترے فکر جہاں میں روشن
نام نامی ہے ترا زینت و زیبِ گفتار

کس زباں سے ہو ادا شکرِ مراحم تیرا
نعمتوں کو تری کر سکتی ہے کب عقل شمار

وہم و ادراک سے انساں کے ہے تو بالاتر
تیری ہستی کے تیرے کام ہیں سب آئینہ دار

قطرہ قطرہ میں ہے مشہود تری جلوہ گری
ذرہ ذرہ میں نظر آتی ہے تیری چمکار

تیری قدرت کا صحیفہ ہیں یہ سارے عالم
تیری ہستی کے ہیں شاہد یہ خواص و اسرار

چشمِ عشاق سے پوشیدہ نہیں تیرا جمال
دیکھنے والے کو ہر دم ہے میسر دیدار

چشم و دل دونوں منور ہوں جو اُٹھتا ہی حجاب
دید کی تیری تمنّا ہے دگر نہ بیکار

تیری مخلوق ہے محتاج تیری رحمت کی
آنکھ کھول انکی دکھا اپنا منوّر رخسار

ظلمتِ کفر سے تیرہ ہے زمانہ کی نظر
سرد ہے نفس پرستی سے وفا کا بازار

حسنِ ظاہر نے عجب جال بچھا رکھا ہے
مادیّت نے بنا رکھا ہے انساں کو شکار

میرے مولا میرے آقا میری جاں کے مالک
ایک جھلک ایسی دکھا جس سے ہو دنیا دیندار

ہو ترا خوف ترا عشق دلوں پر طاری
دوڑتے آئیں ترے کوچہ میں سب مجنوں وار

پھر ہو ایمان سے دنیا کے دلوں کی زینت
پھر ترے عشق سے ہو جائے زمانہ سرشار

پھر ترے نام کی شہرت ہو ہر گوشۂ دہر
تری تسبیح میں مشغول ہوں دشت و کہسار

ہے تیرے فضل کا محتاج میرا ہر ذرّہ
ورنہ ایک سانس بھی لینا تو مجھے ہے دشوار

میں گنہگار بھی ہوں اور سیاہ کار بھی ہوں
میں بھی بیمار ہوں یارب میرا دل بھی بیمار

میں شفا خانہ میں آیا ہوں مسیحا کے تیرے
رحم کر رحم کہ ہو دُور مرا ہر آزار

نام لیوا تو تمہارا ہے سیاہ کار سہی،
گوہرِ خستہ دل و جاں کی خبر لے سرکار

گر یہی حال رہا اس کا تو ڈر ہے یارب
نام بدنام تیرا ہوگا ہنسیں گے اغیار

احباب سلسلہ کی فوری توجہ کی ضرورت

مجھے یقین ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا کوئی فرد سلسلہ کے مشہور مبلغ میر قاسم علی صاحب سے ناواقف نہ ہوگا۔ کیونکہ میر صاحب کی وہ دینی خدمات جو اب تک وہ بجا لا رہے ہیں۔ میر صاحب کو یار و اغیار میں کافی طور پر انٹروڈیوس کرا چکی ہیں۔ اس لئے بغیر کسی لمبی تمہید کے میں یہ نہایت افسوس سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میر صاحب نے جو فاروق اخبار قادیان سے محض خدمت سلسلہ کے لئے جاری کیا تھا۔ اس کو باوجود سالانہ کسی قدر نقصان اٹھانے کے بھی جاری رکھا۔ لیکن اب سال رواں سے بوجہ کمی خریداران وہ اس کو بند کرنے پر مجبور ہو گئے یہ امر نہایت رنج دہ ہے۔ کہ سلسلہ کا ایک پرانا اخبار جس کی دھاک دشمنوں پر بیٹھ چکی ہو۔ احباب کی عدم توجہی سے بند ہو جائے۔ اور ہم باوجود استطاعت کے اس کی جانب سے خاموش ہی رہیں۔ اور اس کے زندہ رکھنے کی مقدور بھر کوشش نہ کریں۔ جس سے نہ صرف سلسلہ کا ایک اخبار ہی عدم آباد کو پہنچ جائے۔ بلکہ مزید براں شماتت اعدا بھی اس نقصان کے ساتھ برداشت کرنی پڑے۔ میں ہرگز خیال نہیں کر سکتا۔ کہ احمدی قوم جو خدا کے فضل سے صحیح معنوں میں ایک زندہ قوم کہلانے کی مستحق ہے۔ وہ اپنے سامنے دیکھتے دیکھتے ایسے اخبار کو جس کی آجکل خاص ضرورت ہے۔ دنیا سے رخصت ہونے دے۔ اور ذرا احساس نہ کرے۔ میرا دل یہ ماننے کو تیار نہیں۔ اسلئے میں نہایت درد بھرے دل سے سلسلہ کے مخلص احباب سے پرزور درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ جلد سے جلد فاروق کے لئے ایک ہزار خریدار پیدا کر دیں۔ تاکہ سالانہ جلسہ سے قبل یہ پرچہ آپ کی امداد سے جاری ہو جائے۔ ورنہ اس کے بند ہونے سے سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو بھی رنج ہوگا۔ اور قوم کے افراد پر افسوس۔ امید ہے۔ کہ میری یہ آواز سنی جائے گی۔ اور ایک ہزار خریدار فاروق کے لئے ہو جانے آپکی ہمت اور کوشش کے سامنے نہایت آسان ہیں۔ فاروق کا چندہ سالانہ صرف چار روپیہ ہے اور ششماہی دو روپیہ۔ ہر ماہ میں چار مرتبہ شائع ہوتا ہے۔ ایک ماہ تک امید ہے کہ ایک ہزار خریدار کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ اور چندہ پیشگی سالانہ یا ششماہی یا امدادی جلسہ سالانہ سے قبل میر صاحب کے نام پہنچ جائیگا۔ خریداری اخبار کی درخواست معہ چندہ اخبار بخدمت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق قادیان ارسال کریں۔ اور دعوۃ و تبلیغ میں اطلاعی کارڈ بھیجدیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ اس اپیل پر احباب نے کس قدر توجہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں میں خود تحریک کرے۔ آمین۔ (فتح محمد سیال ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

اخبارات سلسلہ کی توسیع اشاعت کرو!

احباب کرام سے گذارش ہے۔ کہ صدر انجمن احمدیہ کے جو اخبار و رسائل نکلتے ہیں۔ ان کی اشاعت بڑھانے کی طرف ہر ایک سلسلہ احمدیہ کے ممبر کو خواہ وہ کسی پوزیشن کا ہو۔ پوری توجہ دینی چاہیئے۔

الفضل تو سلسلہ احمدیہ کا آرگن ہے ہی۔ اس کے علاوہ **احمدیہ گزٹ** ہے۔ جو ماہوار ہے۔ اور صرف ایک روپیہ سالانہ چندہ ہے۔ **ریویو اردو** ہے۔ جس میں علمی مضامین اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کی تردید میں شائع ہوتے ہیں۔ تین روپے سالانہ قیمت۔

مصباح عورتوں کا واحد اخبار مہینے میں دوبار ہر گھر میں اسے جاری کرانا چاہیئے۔ قیمت اڑھائی روپے سالانہ۔

سن رائز انگریزی مہینے میں دوبار جس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح چاہتے ہیں۔ کہ کم از کم ۵ ہزار خریدار ہوں۔ اور ان لوگوں میں اس کو پھیلایا جائے۔ جو سلسلہ میں داخل نہیں۔ یہ سب مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ طلباء سے صرف ایک روپیہ سالانہ عوام سے دو روپے سالانہ۔

انگریزی ریویو لنڈن سے نکلتا ہے۔ سات روپے اس کا سالانہ ہے۔ طلباء کے لئے نصف۔

میں امید کرتا ہوں۔ ان سب اخباروں اور رسالوں کے لئے احمدی برادران ہمت کوشش فرمائینگے (ناظم طبع و اشاعت)

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

آئیوالی دسہرہ کی تعطیلات کے لئے تمام نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۲۳ ستمبر ۱۹۲۶ء سے ۵ اکتوبر ۱۹۲۶ء تک یک طرفہ سو میل سے زیادہ سفر کے لئے واپسی ٹکٹ حسب ذیل شرح پر جاری کئے جائیں گے۔ جو ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء تک قابل استعمال ہونگے۔

اول اور دوم درجہ — ایکطرف کا سالم کرایہ اور اس کا تیسرا حصہ۔
درمیانہ درجہ۔ — ایک طرف کا سالم کرایہ اور اس کا نصف حصہ۔

جے ایچ چیز — ہیڈ کوارٹرس این۔ ڈبلیو۔ آر۔
برائے ایجنٹ۔ — لاہور ۱۸ $\frac{8}{26}$

اعلان { "جھوٹ چھات کے دس فائدے" اشتہار کی صورت میں چھپوائے گئے ہیں۔ جو دوست تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ محض محصولڈاک بھیجکر پتہ ذیل سے منگوالیں۔

(خاکسار۔ اللہ دتا جالندھری قادیان دارالامان)

66

پنجابی نظم

(از جناب ابو عبید اللہ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی)

ممکن ہے ہمارے کئی ہندوستانی بھائی ذیل کی نظم سے جو پنجابی زبان میں ہے۔ بہرہ اندوز نہ ہو سکیں۔ لیکن چونکہ پنجاب کے دیہاتوں میں پنجابی شعر بڑے شوق سے پڑھے اور سُنے جاتے ہیں۔ اور ہندوؤں سے چھوت چھات کی تحریک ان لوگوں کے ذہن نشین کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے یہ نظم شایع کی جاتی ہے (ایڈیٹر)

ہے اَجے ویلا سوچ بھراوا بن جا مومن پکّا
ہتھ تیرے دا رِدّھا پکّا ہندو مُول نہ کھاندا
کُتّے نالوں بدتر تینوں سمجھے ہندو بچّہ
کُتّا جے وڑ کھاوے چونکے کُجھ پرہیز نہ بھائی
مومن دا فرزند اکھوا کے کیوں بیغیرت بندا
تُوں کچھیر گا کیوں ہُن تک سارے ہندُوں دا ایہے کھاندے
اَگّے سمجھیا جاندا اسی جو چھوت چھات نے اہاندی
ہُن سوامی دیانند جیہاں نے ثابت کر دکھلایا
سی بلکہ ساڈے لُٹن کارن حیلہ انہاں گھڑیا
بے خبری وِچ مسلماناں دے لُٹّے گئے گھرانے
کُجھ کھا کھا کے مٹھائیاں تُوں نے جھگّے بھرے پرائے
حالت تیری ویکھ بھراوا اَدر دانواں لے دوڑے
اجے بھی تیری نیند نہ کھُلّی سُتیاں سانھ لُٹایا
پھر روئیں سے پچھتاسیں تیری پیش نہ جاسی کائی
یاں اپنا آپ سنبھال میاں یا مر جا موہرا کھا کے
جے اجے بھی پاکاں لوکاں ندی گل ول توں کن نہ دھریا

ہندو دین تیرے دا دشمن تیرا کد اوہ سکّا
تُوں بیغیرت کیوں جھکّہ ماریں ذرا نہیں شرماندا
میں بے سند نہ بات کریساں سخن سناواں سچّا
جے پلہ چھو جاوے تیرا شامت تیری آئی
خیر خواہاں دی پند نصیحت کیوں نہیں سُندا مندا
ہُن کیوں کھاون پیون تھیں اسیں مُسلم روکے جاندے
ہے مذہبی مسئلہ ہندوؤں دا اندروک نہ کیتی جاندی
نہیں مسئلہ وید پُراناں دا ایہہ چھوت جو انہاں بنایا
اسیں لُٹّے گئے اَن بھول اساڈا گھر انہاں لُٹ کھڑیا
کوٹھے زمیاں ہو گئے گروی ہندوواں بھرے خزانے
کُجھ دے سود ہوئیوں کمزور اپیکے آپ کو رلاہے
آن جگایا سُتّے نوں پھر تیرے کَن مروڑے
ہے اجے ویلا جاگ میاں جد ویلا وقت وہایا
ایسی بُری حیاتی تھیں ہے مرنا بہتر بھائی
نہ کر بدنام اسلام نوں اپنا بُرا طریق دکھا کے
تُوں اپنے آپ نوں سمجھ نہ زندہ اَج مریا۔ کل مریا

کر بس غلام رسول ہے اتنا عاقل تائیں کافی
مرضاں وچ کو بیسی جو ہے سب مرضاں ہو شافی

گرجے اور صلیبوں کو دیکھ کر

پچھلے دنوں جب میں آسٹریا ہنگری گیا۔ تو ان کی خوبصورت وادیوں میں سے گزرتے وقت دل میں تحریک پیدا ہوئی۔ ان ممالک میں گرجے اور صلیبیں اتنی ہیں کہ ایک مسلمان کا دل دیکھنے دیکھتے کر اٹھتا ہے کہ خدا جلد وہ دن لائے کہ یہ لوگ صلیبوں کو خود توڑ دیں۔ چپے چپے پر گرجا اور صلیب موجود ہے پس گو میں شاعر نہیں مگر اپنے جذبات کے اظہار پر مجبور ہو گیا۔

خاکسار۔ درد (مولوی عبد الرحیم صاحب ایم اے از لندن)

اُٹھ جائے جلد یارب تثلیث کا جنازہ
توحید کی ہو عظمت دنیا میں پھر سے تازہ
مشرق کی چوٹیوں پہ پھر نور ہو سویرا
مغرب کی وادیوں سے سب دور ہو اندھیرا
اسلام کے دنوں کو تو پھیر دے الٰہی
شوکت دکھا اب اسکی بس ہو چکی تباہی
خوابیدہ بخت مسلم اے چارہ گر جگا دے
ہلچل سی ایک دفعہ پھر دُنیا میں تو مچا دے
سب بتکدے اُٹھا دے نام و نشان مٹا دے
گرجے سبھی گرا دے اور مسجدیں بنا دے
خنزیر و خمر چھوٹیں ٹوٹے صلیب ہر جا
ہووے شعار تقوےٰ اسلام کا ہو چرچا
ہو دُور بے حیائی بے پردگی ہٹے سب
ہو پاس پارسائی آوارگی چھٹے سب
تفریق ملک و ملت دُنیا سے اُٹھ ہی جائے
ہر روز کی یہ زحمت دنیا سے اُٹھ ہی جائے
علم و ہنر پہ اپنے مغرور تم نہ ہونا
اے ساکنانِ مغرب مقہور تم نہ ہونا
دُنیا کی جاہ و حشمت دھوکہ ہے یاد رکھنا
گر چاہتے ہو عزت خالق کو شاد رکھنا
مشرق کے رہنے والو مغموم تم نہ ہونا
مغرب کے فلسفے کے محکوم تم نہ ہونا
دنیا کی شوکتوں سے مرعوب تم نہ ہونا
اس مالکِ جہاں کے معتوب تم نہ ہونا
دنیا کی ساری عزت جائے۔ بلا سے جائے
اسلام کے شعائر میں فرق کچھ نہ آئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی کلام پر تضمین

(از جناب نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل جانشین داغ)

مکرم سید شفیع احمد صاحب دہلوی شکریہ کے قابل ہیں۔ کہ انہوں نے ناظرین الفضل کی ضیافت طبع کے لئے حسب ذیل تضمین ارسال کی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فارسی کلام پر دہلی کے مشہور شاعر نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل جانشین داغ۔ جاگیردار ریاست لوہارو و فیلو پنجاب یونیورسٹی نے لکھی ہے۔

دنیا تری پُجاری ہے عالم کا تو صنم
فارغ سپاس حق سے نہوں تا بصد جنم
یہ التماس کرتا ہوں تجھ سے بچشم نم
قربان تست جان من اے یار محسنم
با من کدام فرق تو کردی کہ من کنم

اس میں نہ کوئی شبہ نہ اس میں ہے کوئی ریب
اظہار قول است یہ مطلق نہیں ہے عیب
موجودہ نعمتوں سے نہ کچھ تھا میان جیب
ہر مطلب و مراد کہ میخواستم ز غیب
ہر آرزو کہ بود بخاطر میسّرم

تُونے غنی بنا دیا دے دیکے خوب دھن
اولاد کا لگا دیا پیش نظر چمن
آسودہ کر دیا مجھے اتنا کہ ہوں مگن
از جُود دادۂ ہمہ آں مدعائے من
وز لطف کردۂ گذر خود بمسکنم

جو دَرد دل کو دے دیا اُس کی بتا دَوا
ایسا نہ ہو کہ بنکے بگڑ جائے سب ہوا
قابل میں اسکے ہونگا۔ نہ اب ہوں نہ پہلے تھا
ہیچ آگہی نبود ز عشق و وفا مرا
خود ریختی متاع محبت بدامنم

اب تجھے پڑی ہوئی ہے جہاں میں مری ہٹی
نص و حدیث اسکی ہیں تائید میں کئی
مٹی میں میری بات تو کچھ بھی نہیں نئی (دھوم)
ایں خاک تیرہ را تو خود اکسیر کردئی
بود آں جمال تو کہ نمود است احسنم

کیسا عروج و اوج و عُلا اور مجھ سا پست
کس دن کیا تھا تیغِ غرور نمود و ہست
ظلمت سرشت کھاتے ہیں ہر گام پر شکست
ایں صیقل دلم نہ بزہد و تعبد است
خود کردۂ بلطف و عنایات روشنم

دی نطق کو زبان۔ زباں کو دیا دہن
کروی عطا لبوں کو دلآویزئی سخن
کیونکر ادا ہو شکر ترا رب ذوالمنن
صد منت تو ہست بریں مشت خاک من
جانم رہین لُطف عمیم تو ہم تنم

دیدار کی تمنا ہے میرے دل میں آرزو
یہ آرزو بر آئے تو بڑھ جائے آبرو
دیر و حرم میں کر لی تگ و پوئے جستجو
سہل است ترک ہر دو جہاں گر رضائے تو
آید بدست اے پنہ و کہف و مامنم

زینت جہاں کی ہیچ ہے کیا اس کا اعتبار
اہل وقار کا رہا آخر ہیں کیا وقار
گلزار جس مقام پہ تھا ہے وہ خار زار
فصل بہار و موسم گل نایدم بکار
کاندر خیال روئے تو ہر دم بگلشنم

کِسکی مجال ہے کہ سبق دے مجھے ذرا
کس کو غرض کہ رٹنے کو بیٹھے گا باوفا
آتی ہے میرے پہلو سے بس دل کی یہ صدا
چوں حاجتے بود بادیب دگر مرا
من تربیت پذیر ز رب مہیمنم

کیونکر نہ ہو بدن پہ مرے تنگ پیرہن
کیونکر نہ جوش خون سے فربہ ہو تن بدن
حامی ہیں میرے رحمت و افضال ذوالمنن
زاں ساں عنایت ازلی شد قریب من
کامد ندائے یار ز ہر کوئی و برزنم

مجھ کو ستانے پائیں نہ آسیب روزگار
توحید کا طریق نہو ترک زینہار
بیڑا لگا محیط وساوس سے میرا پار
یارب مرا بہر قدمم استوار دار
واں روز خود مباد کہ عہد تو بشکنم

احمد کی آرزو ہے یہ سائل کو بھی پسند
پہلو میں اس فقیر کے بھی دل ہے دردمند
بہتر ہے منفعت سے تری دی ہوئی گزند
در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لاف تعشق زند منم

روحانی معالج

ترچناپلی میں ۱۸ ستمبر گاندھی جی نے راجہ جی کے ہسپتال کی رہائش و سپیکٹس کا افتتاح کرتے ہوئے جو تقریر کی اس میں کہا "ہمیں اجسام کے معالجوں سے زیادہ ارواح کے معالجوں کی ضرورت ہے" یہ بالکل صحیح ہے۔ مگر روحانی معالج دنیوی تعلیم گاہوں اور یونیورسٹیوں میں تیار نہیں ہوا کرتے۔ خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں۔ اور روحانی بیمار بآسانی معلوم کر

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)